روى البخاري في صحيحه :
أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال :
فاطمة بضعة مني
فمن أغضبها
فقد أغضبني

حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

کا

خطبۂ فدک

پیش لفظ

خاندانِ عصمت و طہارت کائنات کا گلستان اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہاپ اس گلستان کا مہکتا پھول ہیں۔ اس کی مہک جہاں حسنین (علیہما السلام) کے کلمات اور زینبین (سلام اللہ علیہا) کے خطبات میں نظر آتی ہے، وہیں آپ کے اپنے ارشادات اور خطبات بھی عالمِ اسلام کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔

آپ کا ایک اہم خطبہ ''خطبۂ فدک'' کے نام سے مشہور ہے۔ میری دیرینہ خواہش تھی کہ اردو زبان کے باذوق قارئین کے لئے ''خطبۂ فدک'' کا ترجمہ اور تشریح کو طبع کیا جائے۔

اس کے لئے میں نے حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ محسن علی نجفی (دامت برکاتہ) سے خواہش ظاہر کی جن کا ترجمۂ قرآن اردو زبان کے قارئین میں اس قدر مقبول ہوا ہے کہ ایک سال کے دوران اس کے تین ایڈیشن طبع ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور خطبہ کا ترجمہ اور شرح مکمل کر کے طباعت کے لئے ہمیں بھجوادیا جس کے لئے ہم ان کے بہت ممنون و مشکور ہیں۔

اس طرح مختصر عرصہ میں خطبہ کا ترجمہ اور شرح طباعت کے مرحلے سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اُمید ہے کہ خاتونِ جنت اس خطبے کے شارح اور طباعت میں تعاون کرنے والوں کی شفاعت فرمائیں گی۔

شیخ علی مدبّر
مسجد معصومین
دستگیر، کراچی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و الصلوۃ علی نبیّہ و المیامین من آلہ

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبۂ فدک ایک تاریخ، درد کی ایک داستان اور اہلِ فکر کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ یہ خطبہ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے جانے کے بعد رقم ہونے والی افسوسناک تاریخ کا عنوان ہے۔ اس تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے یہ خطبہ رُخ کا تعین کرتا ہے۔ اس طرف رُخ کیے بغیر نہ کوئی جملہ معنی دیتا ہے، نہ کسی تعبیر کے مفہوم کا تعین ہوتا ہے، نہ ہی واقعات و حادثات کا ادراک ممکن ہوتا ہے۔ اس لئے اس خطبے کو اسی اہمیت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے۔

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ علی مدبر دام مجدہ الشریف اس ترجمہ کے محرک بنے۔ جن کے مخلصانہ مشوروں کی وجہ سے اس خطبہ کا ترجمہ اور مختصر حاشیہ لکھا گیا۔ حدیث میں آیا ہے: الدال علی الخیر کفاعلہ "نیکی کی راہنمائی کرنے والا اس کو انجام دینے والے کی طرح ہے" یعنی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے یعنی ایک اشارے کو وہ ثواب میسر آتا ہے جو اس پر عمل کرنے والوں کو مشقتوں کے بعد مل سکتا ہے۔

خداوند کریم ان کو صحت و عافیت سے نوازے اور ان کو توفیق مزید اور عمر مدید عنایت فرمائے۔ آمین

محسن علی نجفی

یکم ذی القعدہ الحرام ۱۴۲۴

۲۵ دسمبر ۲۰۰۳

خطبۂ فدک کی اسنادی حیثیت

تحقیق ونگارش
آفتاب حسین جوادی

یہ حقیقت ناقابل انکار تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ عصمت وطہارت کی مرکز ومحور اور وما ینطق عن الھوی سے متصف رسولؐ کی پروردہ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ نے بھرپور انداز میں مسئلہ فدک کے اصل حقائق سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا، آپ نے اس معرکۃ الآراء تاریخی خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، نظریہ توحید، آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور بعثت کے اغراض ومقاصد، امت اسلامیہ کی ذمہ داریاں اور نظریہ امامت وخلافت ،قرآن مجید کی اہمیت وافادیت اور اس کی بالادستی، شریعت محمدیہ کے احکام اور ان کا فلسفہ، اپنے شوہر نامدار حیدر کرارؑ کی جانفشانیوں کا تذکرہ اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے وقت کے حکمران ،مہاجرین وانصار اور خواتین کے سامنے شدید احتجاج کیا ہے۔ تاریخ کے مختلف راویوں نے متعدد اسناد سے یہ تاریخ ساز خطبہ نقل کیا ہے اگرچہ راویان اور حفاظ حدیث میں سے جس کسی سے محبت اہل بیتؑ کی خوشبو آتی تو ارباب اقتدار کی جانب سے ان پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور انہیں مطعون ومجروح کرنے اور درجہ وثاقت سے گرانے کی ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لایا جاتا۔ حکمرانوں کے جبروتشدد اور ان کی ہمنوا اکثریت کے شدید ردعمل کا خوف ہر وقت ان پر طاری رہتا تھا۔ موت کی تلوار ان کے سروں پر ہمہ وقت لٹکی رہتی تھی حکمران اور ان کے ہم نظریہ افراد اہل بیتؑ کے حق میں کوئی بات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے مگر اس کے باوجود خانوادہ رسالتؐ کی عظمت ورفعت کے متعلق احادیث وروایات، ان سے مروی خطبے اور ارشادات سینہ بہ سینہ چلے آتے رہے اور اس دوران جب بھی کبھی راویان حدیث کو وعظ یا تحریر کے ذریعے بیان کا موقع ملا تو انہوں نے برملا اظہار کردیا حتی کہ مخالف طبقہ کے سنجیدہ افراد بھی ان

حقائق کو بیان کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے بعد ان پر کیا گذرتی؟

اس کی صرف ایک ادنیٰ سی مثال ذیل میں بیان کی جارہی ہے جسے علامہ ذہبی نے رقم کیا ہے:

محدثین اہلسنت میں سے تیسری صدی کے ایک بہت بڑے بلند پایہ حافظ حدیث اور امام دارقطنی ایسے ائمہ حدیث کے استاد محدث محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان الواسطی نے ایک موقع پر اہل واسط کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ''حدیث طیر''(۱) حفظ اور املا کرائی جسے ان کی طبیعتیں (بغض علیؑ کی بنا پر) برداشت نہ کرسکیں اس وجہ سے فوراً سب لوگ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے ان کو مجلس درس سے اٹھا دیا اور ان کی جگہ کو پانی سے دھویا۔ محدث صاحب اس تکلیف دہ عمل سے کبیدہ خاطر ہوکر اپنے گھر میں ہی گوشہ نشیں ہوگئے اور اس کے بعد پھر کسی واسطی کو حدیث نہیں پڑھائی اہل واسط میں ان کی روایت کردہ احادیث کی کمی کی وجہ یہی ہے

(ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفاظ للذھبی جلد۳ صفحہ ۹۶۶ طبع حیدرآباد دکن

علامہ ذہبی کے اس بیان سے ہمارے بیان کردہ نقطۂ نظر کو زیادہ تقویت پہنچتی ہے جو ارباب فکر و نظر کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

غور فرمایئے! صرف اموی انحراف پسندی کے تحفظ کے لئے اپنے ہی محدث کو ''فضیلت علیؑ'' میں محض ایک حدیث پڑھانے کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے کس طرح انہیں گھر کی چار دیواری میں محصور کردیا، نہ صرف یہ، بلکہ آئندہ کے لئے بھی ان کی بیان کردہ کسی حدیث یا روایت کو درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ ایسے لاکھوں

لے۔ حدیث طیر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: [اللھم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی ھذا الطیر فجاء علی فاکل معہ] ''اے اللہ! میرے پاس اسے بھیج جو تجھے اپنی مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب ہے وہ میرے ساتھ یہ (بھنا ہوا) پرندہ (کا گوشت) کھائے پس آپؐ کے پاس حضرت علیؑ تشریف لائے اور مل کر کھایا''۔

(تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۴۵ صفحہ ۲۷۸، المعجم الکبیر طبرانی ج ۷ صفحہ ۹۵، مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۱۲۶)۔ اہل سنت کے مستند اور جید علماء نے اس حدیث کی بڑے شد و مد سے توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے: [ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر فطر بن خلیفة و ھو ثقة] امام حاکم نے کہا ہے: [ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ] (مستدرك علی الصحیحین ج ۳ صفحہ ۱۳۰)۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں: [واما حدیث الطیر فلہ طرق کثیرة جدا قد افردتھا المصنف و مجموعھا ھو یوجب ان یکون الحدیث لہ اصل] ''حدیث طیر بہت سی سندوں سے مروی ہے میں نے ان سب کو ایک الگ کتاب میں جمع کر دیا ہے جن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے''۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ صفحہ ۱۰۴۳ طبع دکن، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ صفحہ ۲۳۳)۔ یہ حدیث حضرت علی مرتضیؑ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو سعید خدریؓ، ابو رافعؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، حبشی بن جنادہ السلولیؓ، یعلی بن مرۃ ثقفیؓ، ابن عباسؓ، سفینہ مولی رسول اللہؐ، انس بن مالکؓ، اور دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ (جوادی)

کربناک واقعات آج بھی صفحات تاریخ پر نقش ہیں تاہم یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر بقول عمر خیام ہم یہی عرض کریں گے۔

تو خون کساں بخوری ماخون رزاں انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

بنو امیہ کے ہمنوا اور ان کے نظریہ سے متاثر ہونے والے بے رحم قلمکاروں نے قلم و قرطاس کے ذریعے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا پر گذرے ہوئے ناقابل برداشت جانگداز واقعات کو نظروں سے اوجھل کرنے کی حتی المقدور سعی نافرجام کی ہے لیکن تاریخ آخر تاریخ ہوتی ہے جو امتداد زمانہ کے باوجود ہر دور میں اپنے سینے میں موجود سچائیاں منظر عام پر لاتی رہتی ہے اور جب بھی کوئی شخص مفاد یا تعصب و تنگ نظری کی عینک لگا کر اس کے حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ناقابل تردید حوالوں کے ساتھ اپنا بھرپور دفاع کرتی ہے۔

اگر چہ اس خطبہ کو مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے اتنے علمائے حدیث و تاریخ نے بڑے وثوق سے درج کیا ہے کہ ان کا مختار ہی سند ہے لیکن اس کے باوجود اس کے راویوں پر علم رجال کی روشنی میں نظر ڈالنا ایک امر ناگزیر ہے۔ اگر علی سبیل التنزل ایک لمحے کے لیے یہ باور کرلیا جائے کہ اس خطبہ کے کچھ راوی کمزور ہیں تب بھی یہ خطبہ قابل احتجاج و استشہاد رہے گا وہ اس لیے کہ جمہور محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب حدیث ضعیف بھی متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ جو بالاتفاق مقبول اور لائق عمل ہے چونکہ خطبہ فدک کئی اسانید کے ساتھ نقل ہوا ہے تو لامحالہ اس کی صحت میں کلام ناممکن ہے۔

مذکورہ خطبے کے متعدد سلسلوں میں سے ایک سلسلہ کے زیر بحث راوی درج ذیل ہیں:

- ام المومنین حضرت عائشہؓ المتوفاۃ ۵۸ھ
- حضرت عروہ بن زبیر بن عوام مدنیؒ متوفی ۹۴ھ
- جناب صالح بن کیسان مدنی تابعیؒ متوفی ۱۴۶ھ
- جناب محمد بن اسحاق بن یسارؒ متوفی ۱۵۱ھ
- شرقی بن قطامیؒ متوفی ۲۴۵ھ
- محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادیؒ متوفی ۲۵۰ھ
- جناب احمد بن عبید بن ناصح النحویؒ متوفی ۲۷۸ھ

❁ جناب محمد بن عمران المرزبانیؒ متوفی ۳۸۴ھ

❁ جناب محمد بن احمد الکاتبؒ متوفی ۳۳۶ھ

اس خطبے کو حضرت عائشہؓ حضرت عروہؓ بن زبیر اور صالح بن کیسانؒ ایسے بہت سے جلیل القدر ائمہ ثقات اور حفاظ کی صحیح اسانید سے روایت کیا ہے لہٰذا اس کے صحیح ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کے گنجائش نہیں ہے۔

جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے اس فصیح وبلیغ خطبے کو بڑے بڑے جلیل القدر علماء واہل فن نے اپنی تالیفات میں سند کے ساتھ اور بعض نے اقتباسات کو درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے طوالت واطناب کو ملحوظ خاطر لاتے ہوئے ہم یہاں صرف ایک سند کے رواۃ پر تبصرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں اگر اس خطبہ کی متعدد اسناد کو زیر بحث لایا جائے تو اس کے لئے باقاعدہ ایک دفتر درکار ہے۔

دنیائے علم میں پانچویں صدی کی ایک نابغہ روزگار شخصیت، علم وادب کے بحر ذخار آیۃ اللہ فی العالمین السید شریف مرتضیٰ علم الہدیٰؒ التوفی ۴۳۶ھ ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔ جن کو قدرت نے مبداء فیاضی سے علوم نقلیہ وعقلیہ پر یکساں دسترس اور وسعت نظر ودیعت فرمائی ہے اس بطل جلیل کے علمی تفوق وبرتری کا اعتراف اہل سنت کے جید اور نامور علماء نے کیا ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین الذہبی التوفی ۷۴۸ھ جو فن رجال میں استقراء تام کے حامل اور ائمہ فنون میں سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں انہوں نے ایک ضخیم کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' کے نام سے لکھی جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کی جلد ۱۷ صفحہ ۵۸۸ تا ۵۸۹ طبع بیروت میں سرکار علامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> العلامة الشريف المرتضىٰ۔۔۔من ولد موسى كاظم۔۔۔ وكان من الاذكياء الاولياء المتبحرين في الكلام والا عتزال والادب والشعر۔۔۔

ان کے علاوہ دیگر بہت سے غیر شیعہ علماء نے ان کی عظمت وجلالت اور رفعت علمی کو بڑے شدومد سے بیان کیا ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ نے اس خطبہ کو اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الشافی فی الامامة'' میں

اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے لئے یہی کافی ہے کہ علامہ یاقوت حموی شافعی کو یہ لکھنا پڑا:

وهو كتاب لم يصنف مثله فی الامامة
یہ وہ کتاب ہے جس کی مثل کوئی دوسری کتاب مسئلہ امامت میں نہیں لکھی گئی۔

(معجم الادباء ج ۱۳ ۱۴۷)

چنانچہ علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ سلسلہ سند بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اخبرنا ابوعبدالله محمد بن عمران المرزبانی قال حدثنی محمد بن احمد الكاتب قال حدثنا احمد بن عبيد بن ناصح النحوی قال حدثنا الزيادی حدثنا شرقی بن قطامی عن محمد بن اسحاق قال حدثنا صالح بن كيسان عن عروة عن عائشة قالت لما بلغ فاطمة عليهاالسلام اجماع ابی بكر منعها (فدك) لاثت خمارها على راسها واشتملت بجلبابها واقبلت فی لمة من حفدتها۔۔۔۔۔الخ

''ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن احمد الکاتب نے اور اس سے بیان کیا احمد بن عبید بن ناصح نحوی نے اور اس سے بیان کیا الزیادی نے اور اس سے بیان کیا شرقی بن قطامی نے اور اس سے بیان کیا محمد بن اسحاق نے اور اس سے بیان کیا صالح بن کیسان نے اور اس سے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر نے اور اس سے بیان کیا حضرت عائشہؓ نے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراءؑ نے سنا کہ ابوبکر نے ان کو فدک نہ دینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو آپ نے سر پر مقنعہ ڈالا اور پھر سر سے پاؤں تک چادر اوڑھی اور کنیزوں کے گروہ میں ابوبکر کے پاس آئیں۔۔۔۔۔''

(ملاحظہ فرمایئے۔ الشافی فی الامامۃ صفحہ ۲۳۰ طبع قدیم تہران ۱۳۰۱ھ)

اسی طرح ان کے تلمیذ رشید شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسیؒ التوفی ۴۶۰ھ نے اس سند کو اپنی بیش بہا تالیف ''تلخیص الشافی جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ طبع نجف اشرف ۱۳۸۳ھ میں درج کیا ہے۔

سطور بالا میں درج کی گئی سند بالکل صحیح ہے راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عائشہؓ:۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہ فدک کی مرکزی راویہ حضرت عائشہؓ ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں یہ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام ام روماں بنت عامر بن عویمر ہے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ایک بڑے طبقے نے ان سے روایات نقل کیں۔ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے دور حکومت ۵۷ھ یا ۵۸ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

عروۃ بن زبیر بن عوامؓ مدنی :۔ مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام کے فرزند تھے ان کی ماں جناب اسماء بنت ابوبکر تھیں آپ حضرت ابوبکر کے نواسے ہیں، آپ کی ولادت کے متعلق علامہ ذہبی خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ولد عروۃ سنۃ ثلاث وعشرین فھذا قول قوی

عروہ ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے یہی قول معتبر اور قوی ہے

(سیر اعلام النبلاء جلد ۲ صفحہ ۴۲۲)

ثقۃ فقیہ مشھور من الثانیہ

''آپ مشہور ثقہ فقیہ تھے اور دوسرے طبقہ کی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔''

کتب صحاح ستہ میں متعدد احادیث آپ سے مروی ہیں (تقریب التھذیب صفحہ ۲۶۳، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۳۹۴) امام احمد بن عبداللہ عجلی نے کہا ہے کہ عروۃ بن الزبیر تابعی ثقۃ کان رجلا صالحا ثقہ تابعی اور نیک متدین شخص تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ما اجد اعلم من عروۃ بن الزبیر، میں نے عروہ بن زبیر سے بڑا عالم کسی کو نہیں پایا (تاریخ الثقات صفحہ ۳۳۱، سیر اعلام النبلا جلد ۲ صفحہ ۴۲۵/۴۳۳، تاریخ دمشق ابن عساکر جلد ۱۱ صفحہ ۹۲۱) آپ نے اپنے والد اور حضرت عائشہؓ سے خصوصیت کے ساتھ احادیث حاصل کیں انہوں نے حضرت عائشہ کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا حضرت عروہ

اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۸۳) انہوں نے مدینہ منورہ کے مضافات میں اپنے علاقے ''مجاج'' میں ۹۴ھ ہجری میں انتقال کیا۔

صالح بن کیسان مدنی ؒ:۔ صالح بن کیسان ابوالحارث الغفاری المدنی تابعین کے بڑے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں آپ عمر بن عبدالعزیز اموی کی اولاد میں سے ہیں عروہ بن زبیر اور دیگر بہت سے صحابہ وتابعین سے روایت کرتے ہیں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں ان سے روایات نقل ہوئیں آپ ثقہ، ثبت فقیہ اور چوتھے طبقہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۱۷۴، الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ طبع دکن) حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرہ آفاق کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۴۰۰ میں لکھتے ہیں:

كان صالحاً ثقة۔۔۔وقال ابن حبان في الثقات كان من فقهاء المدينة والجامعين للحديث والفقه من ذوي الهيئة والمروة۔۔۔حافظا اماماً كثير الحديث ثقة حجة

آپ دیندار ثقہ تھے اور ابن حبان نے ثقات میں کہا ہے کہ یہ فقہا، مدینہ اور حدیث وفقہ کے جامعین میں سے تھے آپ حافظ، امام، کثیر الحدیث اور قابل وثوق حجت تھے۔

حافظ احمد عجلی نے تاریخ الثقات صفحہ ۲۲۶ پر ان کو ثقہ کہا ہے پھر اسی کتاب کے فاضل محشی ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی نے حاشیہ نمبر ۱۰ پر'' متفق على توثيقه '' کہہ کر ان کی ثقاہت پر تمام علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ آپ ۱۴۶ھ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

محمد بن اسحاق ؒ:۔ محمد بن اسحاق بن یسار اہلسنت کے جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ اور قابل اعتماد ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالاحد المعروف ابن ہمام حنفی تحریر کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق حدیث کے بارے میں ایمان والوں کے امیر ہیں اور بڑے بڑے علماء مثل امام ثوری، عبداللہ بن مبارک وغیرہ جیسے ان کے شاگرد ہیں امام یحیٰی بن معین، امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ اہل سنت نے اس سے روایت

لی ہے اور امام بخاری نے ''جزء القرأة خلف الامام'' میں ان کی وثاقت پر اعتماد کیا ہے امام ابن حبان نے بھی ان کا ذکر اپنی قابل وثوق رواۃ پر مشتمل کتاب ''الثقات'' میں کیا ہے (ملاحظہ ہو فتح القدیر جلد ا صفحہ ۹۰ مطبوعہ کوئٹہ)

اور امام بخاری نے محمد بن اسحاق کی توثیق کو اپنی کتاب ''التاریخ الکبیر'' جلد ا صفحہ ۴۱ طبع دکن میں بھی مختصر طور پر بیان کردیا ہے۔ حنفی مسلک کے ترجمان امام جمال الدین زیلعی حنفی نے ابن اسحاق کے متعلق لکھا ہے:

وابن اسحاق الاکثر علی توثیقه وممن و ثقه البخاری۔۔۔قال شعبة محمد بن اسحاق امیر المؤمنین فی الحدیث وقال عبدالله بن مبارك محمد بن اسحاق ثقة ثقة ثقة.

ابن اسحاق کو (ائمہ) کی اکثریت نے ثقہ کہا اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں شعبہ نے کہا کہ محمد بن اسحاق حدیث کے باب میں امیر المومنین ہیں اور عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے۔

(نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ جلد ا صفحہ ۱۰۷ جلد ۴ صفحہ ۸ طبع ڈابھیل)

اصول حدیث کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ تعدیل کے الفاظ میں توثیق مکرر، درجہ اول کے الفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر العسقلانی تقریب التھذیب صفحہ ۳ پر مراتب تعدیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من اکدمدحه اما بافعل کاوثق الناس اوبتکریر الصفة لفظاً کثقة ثقة اومعنی کثقة حافظ.

''دوسرے مرتبے میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی ہے افعل التفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے ''اوثق الناس'' یا لفظوں میں صفت کو مکرر کردیا جائے جیسے ''ثقة ثقة'' یا معنوں میں مکرر کردیا جائے جیسے ثقہ حافظ''

(کذافی، تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین صفحہ ۱۵ طبع کویت)

علامہ ذہبی اپنی مشہور عالم تصنیف میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۴۷۵ طبع مصر میں محمد بن اسحاق کے

تذکرہ میں مختلف اقوال نقل کرکے آخر میں بطور نتیجہ رقم طراز ہیں:

فالذی یظھر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق.... وقد استشھد مسلم بخمسة احادیث لابن اسحاق ذکرھا فی صحیحه

''مجھے جو ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال اور صدوق ہے اور بے شک امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح مسلم میں پانچ احادیث میں استشہاد کیا ہے''۔

امام محمد بن اسحاق نے ۱۵۱ ہجری میں انتقال کیا ہے۔

مندرجہ بالا اہل سنت کے ائمہ فن اور اکابر احناف کی ان واضح تصریحات سے ثابت ہوا کہ جمہور ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو ثقہ اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

البتہ بعض فن رجال کے ماہرین نے یہ وضاحت ضرور کی ہے کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں مگر چونکہ مدلس بھی ہیں اس لئے جب وہ ''عــــن'' سے روایت کریں گے تو ان کی حدیث ضعیف ہوگی اور جب وہ ''حدثنی'' یا ''حدثنا'' کہہ کر روایت کریں گے تو وہ حدیث صحیح ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ اپنے مجموع فتاوی جلد ۳۳ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

وابن اسحاق اذا قال حدثنی فحدیثه صحیح عند اھل الحدیث

یعنی ابن اسحاق اگر حدثنی کہہ کر تصریح کرے تو محدثین کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔

مزید برآں موجودہ زمانہ کے معروف ماہر رجال علامہ ناصرالدین البانی (المتوفی ۱۴۲۰ھ) نے بھی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی کتاب ''الکلم الطیب'' کے حاشیہ صفحہ ۴۴ پر اس بات کی تصریح کر دی ہے۔

لہٰذا جناب فاطمۃ الزہراءؑ بنت رسول اللہؐ کے خطبہ فدک کی حقانیت وصحت پورے طور پر ثابت ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے یہ خطبہ فدک ''حدثنا صالح بن کیسان'' کہہ کر روایت کیا ہے۔ جو اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔

شرقی بن قطامیؒ: ۔ اس کا اصل نام ولید بن حصین بن جمال بن حبیب بن جابر بن مالک ہے اس کا تعلق مشہور قبیلہ بنی عمرو بن امرئ القیس سے ہے۔

(ملاحظہ ہو التاریخ الکبیر للامام بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ رقم ۲۷۱۵ طبع حیدر آباد دکن، تاریخ بغداد جلد ۹ صفحہ ۲۷۸ رقم ۴۸۳۷ طبع بیروت)۔

امام بخاری کا اس پر تنقید اور جرح نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ یہ قابل اعتبار اور ثقہ راویوں سے ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وكذا كل من ذكره البخاری فی تواريخه ولم يطعن فيه فهو ثقه فان عادته ذكر الحرح و المجروحين قاله ابن تيمية

''اور اس طرح ہر وہ راوی جسے امام بخاری نے اپنی تاریخوں میں ذکر کر کے اس میں کسی قسم کا طعن اور جرح نہیں کی وہ ثقہ ہے کیونکہ آپ کی عادت ہے کہ جرح اور مجروحین کا ذکر کرتے ہیں، یہ بات ابن تیمیہ نے کہی ہے''۔

انہی صفحات کے حاشیہ ۳ پر محقق محشی استاد شیخ عبد الفتاح ابو غدہ شاگرد علامہ زاہد الکوثری نے اس بات کی تائید کی ہے۔

سكوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الحرح فی الراوی توثيق له

''ابن ابی حاتم یا امام بخاری کا راوی پر جرح کرنے سے سکوت اختیار کرنا گویا اس کی توثیق ہے''۔

(قواعد علوم الحدیث صفحہ ۲۲۳، ۳۵۸ طبع الریاض سعودی عرب)

علاوہ ازیں اس کے ثقہ اور معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ امام ابن حبان تمیمی جیسے فن علم حدیث کے امام نے اپنی کتاب الثقات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت میں اس کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور جس کو امام ابن حبان اپنی ثقات میں بیان کردیں جہالت وجرح رفع ہوجاتی ہے۔

چنانچہ علامہ انور شاہ محدث کاشمیری نے حافظ ابن عبد الہادی کے حوالے سے لکھا ہے:

ان ابن حبان اذا ادرج احداً فی كتاب الثقات ولم يخرج فيه احد فهو ثقة فالحديث قوی،

امام ابن حبان تمیمی جب کسی کو ثقات میں ذکر کریں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو تو

وہ ثقہ ہوتا ہے اس کی حدیث مضبوط ہوتی ہے

(العرف الشذی علی سنن ترمذی صفحہ ۲۱۰ طبع دیو بند)۔

اور اسی تناظر میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۴۶ پر اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری نے ابکار المنن صفحہ ۱۳۱ مطبع فاروقی دہلی میں حضرت علامہ انور شاہ محدث کاشمیری کے اس بیان کی بڑے شد و مد سے مزید تائید وتصویب کر دی ہے۔ بقول شاعر

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم　　جنید و شبلی وعطارھم مست

مذکورہ بالا عبارت سے آشکار ہوا کہ محدثین اہلسنت کے نزدیک ابن حبان کی توثیق معتبر ہے اور صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی راوی کی جہالت مرتفع ہوجاتی ہے۔ درج بالا تحقیق سے شرقی بن قطامی کی ثقاہت مزید واضح ہوگئی ہے۔

محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادیؒ:۔ ان کا پورا نام یہ ہے محمد بن زیاد بن عبداللہ الزیادی جیسا کہ علامہ ذہبی ان کے حالات لکھتے ہوئے ابتداء ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام الحافظ الثقة الجليل ابو عبدالله محمد بن زياد بن عبيدالله ابن الربيع بن زياد بن ابيه الزيادی البصری من اولاد امير العراق زياد الذی استلحقه معاوية ولد فی حدود سنة ستين ومائة ـ حدث عنه البخاری وابن ماجة وابن خزيمه ـ وعدد كثير ـ

''امام حافظ بہت بڑا ثقہ ابوعبداللہ محمد بن زیاد۔ الزیادی بصری یہ زیاد بن ابیہ جسے معاویہ نے اپنا بھائی بنا لیا تھا اور جو عراق کا حکمران تھا کی اولاد سے ہیں اور ۱۶۰ ہجری کی حدود میں پیدا ہوئے۔ ان سے امام بخاری، امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ وغیرہ ائمہ کی زیادہ تعداد نے روایات لی ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۴) یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں

(ملاحظہ ہو: اسامی مشایخ الامام البخاری لابن مندہ اصبہانی صفحہ ۶۷ طبع مکتبۃ الکوثر سعودیہ)۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی المعروف ابن قیسرانی نے صحیح بخاری کے راویوں میں ان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

محمد بن زیاد بن عبداللّٰہ بن الربیع بن زیاد سمع محمد بن جعفر عندناروی عنه البخاری فی الادب۔۔

(الجمع بین رجال الصحیحین جلد۲صفحہ ۴۵۹ طبع دکن)۔

علامہ ذہبی نے الکاشف جلد۳ صفحہ ۳۸ پر اس کے حالات میں تحریر کیا:

.. الزیادی بصری صدوق..، یہ بصرے کا رہنے والا ہے روایت کے باب میں نہایت سچا ہے۔

مزید برآں سنن ترمذی جلد اول ''باب المسح علی الخفین '' میں بھی محمد بن زیاد الزیادی سے حدیث نقل کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے اس سے مروی حدیث کے ذیل میں کہا ہے:

هذا حدیث حسن صحیح ''یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے''

یہی حدیث مسند الامام احمد جلد۴ صفحہ ۲۳۹ طبع بیروت میں بھی موجود ہے۔

علاوہ ازیں امام الجرح والتعدیل ابن حبان تمیمی نے اپنی ثقات میں اس کی تصحیح کی ہے۔

ثابت ہوا کہ محمد بن زیاد الزیادی بلا شک وشبہ ثقہ اور انتہائی سچا ہے اس سے مروی روایت قابل قبول ہے لہٰذا خطبہ فدک کی صحت روز روشن کی طرح واضح ولائح ہوگئی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا تقریب التهذیب صفحہ ۳۲۰ میں یہ کہنا کہ ''صدوق یخطی '' محمد بن زیاد الزیادی سچا ہے خطاء کر جاتا ہے۔ اس کے متعلق جواباً گزارش یہ ہے کہ جب وہ صدوق ہے اور کبھی کبھی اس سے خطا ہو جاتی ہے تو اس سے بیان کردہ روایت میں ضعف پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ اوراق میں علامہ ذہبی کا بیان گذر چکا ہے کہ ائمہ حدیث میں سے خطا سے کوئی بھی نہ بچ سکا نیز یہ طے شدہ اصول ہے کہ فلیس من شرط الثقة ان لا یغلط ابداً، ''پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ اس سے غلطی کا کبھی صدور نہ ہوا ہو'' چونکہ یہ عقلاء کے نزدیک بھی ایک ممتنع اور نہایت محال امر ہے۔

لہٰذا یہ اس کی بیان کردہ روایت کے ضعف اور کمزوری کا باعث ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی یہی وجہ ہے امام ترمذی اور ابن حبان تمیمی جیسے ائمہ حدیث نے اس کی اسناد کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

احمد بن عبید بن ناصح النحویؒ:۔ علامہ ذہبی نے ان کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابو عصیدة الشیخ العالم المحدث ابو جعفر احمد بن عبید بن
ناصح بن بلنجر الدیلمی ثم البغدادی الهاشمی۔۔الخ

(ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء جلد۱۳ صفحہ۱۹۳ طبع بیروت)

یہ جن ائمہ حدیث سے روایت بیان کرتے ہیں وہ کثیر تعداد میں ہیں مگر چند ایک کے نام یہ ہیں حسین بن علوان کلبی، علی بن عاصم، ابوداؤد الطیالسی اور محمد بن زیاد الزیادی وغیرہم۔

(تاریخ بغداد جلد۴ صفحہ۲۵۹)

علاوہ بریں علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد۱۳ صفحہ۱۹۴ پر ان کے متعلق ابن عدی کا قول نقل کیا ہے:

کہ احمد بن عبید بمقام سرمن رائے میں رہائش پذیر تھا اصمعی اور محمد بن مصعب سے مناکیر بیان کرتا تھا اس کے بعد علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں: قلت قد تابعه احمد الحوطی قال وابو عصیدة مع هذا کله من اهل الصدق، ''میں (ذہبی کہتا ہوں) کہ احمد حوطی نے اس کی متابعت کی ہے اور کہا اس کے باوجود ابوعصیدہ (احمد بن عبید) سچے لوگوں میں سے ہے''۔

جرح اگر مبین السبب ہو تو اس کو تقدیم حاصل ہوگی ورنہ تعدیل مقدم ہے۔ بعض لوگوں نے احمد بن عبید پر مبہم قسم کی جرح کی ہے جو ناقابل التفات وغیر مسموع ہے کیونکہ یہ اہل صدق میں سے ہیں پھر بھی بموجب ومن یعری من الخطأ والتصحیف یعنی وہم وخطاء سے کون بچ سکا ہے بعض اوقات انسان سے غلطی ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے امور مقتضائے بشریت سے ہیں۔

علامہ ذہبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

قلت۔۔۔فأرنی اماما من الکبار سلم من الخطاء والوهم فهذا شعبة وهو فی الذروة له اوهام وکذلك معمر والاوزاعی ومالك رحمة الله علیهم۔۔۔

'' مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے کوئی ایسا امام دکھاؤ جس سے وہم اور خطاء نہ ہوئی ہو، یہ شعبہ چوٹی کے محدث ہیں ان سے کئی اغلاط ہوئے ہیں اور اس

طرح معمر اور اوزاعی و مالک سے اوہام واغلاط سرزد ہوئے ہیں۔"

(سیر اعلام النبلاء جلد۶ صفحہ ۳۶)

واضح ہو کہ احمد بن عبید النحوی نے ۲۷۸ ہجری میں وفات پائی ہے۔

محمد بن عمران المرزبانیؒ :۔سید موصوف (علم الہدیٰؒ) نے اس خطبے کو اپنے شیخ ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی سے نقل کیا ہے۔

یہ جمادی الثانی ۲۹۷ھ پیدا ہوئے (شذرات الذهب لابن حماد الحنبلی جلد۳ صفحہ۱۱۱ طبع بیروت)

یاقوت حموی کی معجم الادباء جلد۱۸ صفحہ ۲۶۸ طبع دار المامون مصر میں ان کے متعلق لکھا ہے:

كان راوية صادق اللهجة واسع المعرفة بالروايات كثير السماع روى عن البغوى وطبقته۔۔۔ وكان ثقة صدوقاً من خيار المعتزلة۔۔

معروف فاضل محشی و محقق علامہ محمد ابوالفضل ابراہیم المصری نے کتاب غرر الفوائد و درر القلائد کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فقد كان اماماً من ائمة الادب وشيخا من شيوخ المعتزلة وعلما من اعلام الرواية۔۔۔

"علم وآداب کے ائمہ میں سے ایک امام اور معتزلہ کے شیوخ اور راویان حدیث میں سے تھے۔"

(غرر الفوائد جلد۱ صفحہ۷ الطبعۃ الاولی داراحیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۵۴ء)

حافظ ابن خلکان نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

۔۔۔ المرزبانی الخراسانی الاصل البغدادی المولد صاحب التصانيف المشهورة والمجاميع الغريبة كان رواية للادب صاحب اخبارو تواليفه كثيرة وكان ثقة فى الحديث ومائلا الى التشيع فى المذهب۔۔۔

"یہ اصل خراسانی تھے بغداد میں پیدا ہوئے، مشہور کتابوں کے مصنف ہیں علم

وادب کے راوی اور تالیفات کثیرہ کے مالک تھے اور حدیث بیان کرنے میں
قابل وثوق ہیں اور مذہب میں ذرا تشیع کی طرف میلان تھا۔''

(وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۶۴۲ طبع قدیم مصر، شذرات الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)۔

ممکن ہے کہ کوئی کم فہم یہ سمجھ بیٹھے کہ مرزبانی شیعہ تھا یہ تصور قطعاً غلط ہے بلکہ وہ معتزلی اہلسنت تھا بقول ابن خلکان صرف مائل بہ تشیع تھا حقیقی شیعہ بالکل نہ تھا چنانچہ ائمہ اہل سنت نے ان کے معتزلی المذہب ہونے کی صراحت بایں الفاظ فرمائی ہے علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں واشگاف الفاظ میں لکھا ہے:

---کان معتزلیاً ثقةً

--- ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی معتزلی اور قابل وثوق تھا۔

(سیـر اعـلام النبلاء جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۸، میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۶۷۲/۶۷۳، العبر فی خبر من غبر جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ طبع بیروت)

اور بعینہا اسی طرح علامہ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ان کا مذہب یہی بتلایا ہے:

کان مذهبه الاعتزال و کان ثقة

''ان کا مذہب معتزلی تھا اور (روایت کے باب میں) ثقہ تھے''

(ملاحظہ ہو لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۳۲۷ طبع دکن)

البتہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کے گہرے جذبات اور مخلصانہ عقیدت کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا تشیع کی طرف میلان تھا درحقیقت ان کا تعلق مسلک اہل سنت سے تھا۔ معلوم ہوا کہ ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی ثقہ اور معتبر ہے اور اس نے خطبہ فدک کو اپنے بزرگ محمد بن احمد الکاتب سے سماعت فرمایا اور پھر ''حدثنی'' کہہ کر آگے پھیلایا ہے۔ مرزبانی نے ۳۸۴ھ کو وفات پائی ہے۔

شیعہ راوی سے مروی روایت کی حجیت تسلیم شدہ ہے

اگر بفرض محال یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ راوی شیعہ تھے تب بھی ان کی بیان کردہ حدیث یا روایت کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس لئے کہ محدثین اور ماہرین اصول حدیث اہلِ سنت کا رواۃ

حدیث کے بارے میں یہ مسلمہ اصول ہے:

الغلوفی التشیع لیس بجرح اذا کان الراوی ثقة

''جب راوی ثقہ ہوتو محض غلودر تشیع موجب جرح نہیں ہے''

اس موقف پر دلیل یہ ہے کہ کتب اہل سنت میں اکثر غالی شیعہ راویوں کو قابل وثوق اور ان سے مروی روایات کو قبول کیا گیا ہے چنانچہ مشہور ماہر علم رجال علامہ ذہبی نے کوفہ کے رہنے والے ایک کٹر شیعہ راوی ابان بن تغلب کے متعلق لکھا ہے:

ابان بن تغلب الکوفی شیعی جلد لکنه صدوق فلنا صدقه وعلیه بدعته وقد وثقه احمد بن حنبل وابن معین وابو حاتم واورده ابن عدی وقال کان غالیاًفی التشیع۔۔۔ الخ

''ابان بن تغلب کوفی کٹر شیعہ ہیں لیکن یہ ہیں سچے، پس ان کی صداقت وسچائی ہمارے لئے اور بدعت ان کی اپنے لئے اور امام احمد بن حنبل، امام ابن معین اور امام ابوحاتم رازی نے بلاشبہ ان کی توثیق کی ہے اور ابن عدی ان کے حالات کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ غالی شیعہ تھے۔''

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اہل سنت کی اصطلاح میں غالی شیعہ اسے کہا جاتا ہے کہ جوشخص حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ محبت کرتا ہو اور انہیں سب صحابہؓ سے افضل و ارفع جانتا ہو اور انہی کو بعد از پیغمبرؐ متصل خلیفہ سمجھتا ہواور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرتا ہو۔واضح رہے کہ شیعہ سے متعلق اس قسم کی اصطلاحات کے دراصل خالق بنی امیہ ہیں اور اس کے پس منظر میں امویوں کے جبر وتشدد کا نتیجہ اور ان کی شیعہ دشمنی کارفرما تھی۔ بعد ازاں علامہ ذہبی نے ان کے حالات پر اجمالی بحث کی ہے اس کے بعد بطور نتیجہ کلام یوں رقمطراز ہیں:

فهذا کثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق فلوردحدیث هؤلاء لذهب جملة من آلاثار النبویة وهذه مفسدة بینة

''اس قسم کا (تشیع) تابعین اور تبع تابعین میں بہت زیادہ پایا جاتا ہے اس کے باجود وہ دیندار، پرہیزگار اور سچے ہیں اگر ان شیعہ راویوں کی احادیث کو رد کردیا جائے تو اس سے احادیث نبویہ کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائے گا اور یہ بہت بڑی واضح خرابی ہے۔''

(میزان الاعتدال جلد۱صفحہ۵طبع مصر، تدریب الراوی للسیوطی صفحہ ۱۲۹طبع مدینہ منورہ)

اہل علم طبقہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی بنیادی کتابیں صحاح ستہ میں بہت بڑی تعداد میں شیعہ رواۃ موجود ہیں ایسے راویوں کی نشاندی ہی کے لئے دیگر کتب رجال کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب ''مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔ مثال کے طور پر کتب صحاح ستہ کا ایک راوی عدی بن ثابت انصاری ہے جو صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا بہت بڑا خطیب اور واعظ تھا، اس کے باوجود اس سے مروی احادیث اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہیں۔

علامہ ذہبی اس کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

الامام الحافظ الواعظ الانصاری الکوفی---

اور امام احمد بن حنبل، امام عجلی، امام نسائی اور امام ابوحاتم رازی وغیرہ آئمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے۔ بعد ازاں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

کان امام مسجد الشیعۃ وقاصھم

''عدی بن ثابت شیعہ کی مسجد کے امام اور ان کے خطیب تھے۔''

(سیراعلام النبلاء ج۵صفحہ۱۸۸، میزان الاعتدال ج۳صفحہ۶۱، مقدمہ فتح الباری صفحہ۴۲۴ اور تھذیب التھذیب وغیرہ)

مندرجہ بالا اخبار وآثار اور ناقابل تردید دلائل سے یہ حقیقت بالکل نکھر کر سامنے آ گئی ہے کہ اہلسنت کے اصول حدیث کے مطابق شیعہ سے مروی احادیث و روایات قابلِ عمل اور لائق التفات ہیں یہاں اس مسئلہ پر مزید بحث باعثِ تطویل ہے لہٰذا ان ہی الفاظ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

؎ قیاس کن زگلستان من بہارِ مرا

محمد بن احمد الکاتبؒ:۔ اس کا پورا نام اس طرح ہے ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم الحکیمی الکاتب ہے یہ بغداد کے رہنے والے تھے امام دارقطنی ---۔ محمد بن عمران المرزبانی جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہوا ہے اور دیگر اکابر

اس سے روایت کرتے ہیں یہ روایت کے باب میں ثقہ ہیں۔

(تاریخ بغداد جلد۱ صفحہ ۲۶۹/۲۶۸ طبع بیروت، شذرات الذهب جلد۲ صفحہ ۳۴۳، نشوار المحاضرہ للسیوطی جلد۶ صفحہ ۱۷۷، هدية العارفين للبغدادی جلد۲ صفحہ ۳۸)۔

محمد بن احمد الکاتب ماہ ذی القعدہ ۲۵۲ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۳۶ ہجری میں انتقال کیا۔

(المنتظم لابن الجوزی جلد ۶ صفحہ ۳۵۹ طبع دکن، الانساب لسمعانی جلد۲ صفحہ ۲۴۴ طبع بیروت، الوافی بالوفیات لصفدی جلد۲ صفحہ ۴۰ طبع مصر)

رفع اشکال:۔بعض طبائع کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جا سکتا ہے کہ محمد بن احمد الکاتب کے لئے ''ثقة الاانه یروی مناکیر'' استعمال ہوا ہے اس کے جواب میں گذارش ہے کہ ایسے بہت سے راویوں کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں جن سے متعلق روی احادیث منکرة وغیرہ کہا گیا مگر اس کے باوجود ان سے روایت کردہ احادیث قبول کر گئی ہیں مثلاً محمد بن ابراہیم تیمی کے بارے میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جب کہ یہ صحیحین کا راوی ہے بخاری و مسلم نے اسے قابل اعتبار قرار دے کر اس سے احادیث نقل کیں۔ اس لیے یہ کوئی جرح نہیں اور نہ ہی راوی کے ضعف کا مقتضی ہے، علمائے فن نے ان مسلمہ اصولوں کی صراحت کی ہے چنانچہ اصول حدیث کے ماہر علماء ''یروی مناکیر'' اور ''منکر الحدیث'' میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان تفرق بین روی المناکیر اویروی المناکیر اوفی حدیثه نکارة نحوذلك وبین قولهم منکر الحدیث ونحوذلك بان العبارات الاولی لا تقدح الراوی قدحایعتد به والاخری تجرحه جرحاً معتدابه

تم پر ''روی المناکیر'' یا ''یروی المناکیر'' یا ''فی حدیثه نکارة'' وغیرہ ایسے الفاظ کے اور ''منکر الحدیث'' کے درمیان فرق کرنا لازم ہے کیونکہ پہلے الفاظ قابلِ اعتبار جرح نہیں ہیں برعکس دوسرے یعنی منکر الحدیث کے کہ یہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔''

(الرفع والتکمیل صفحہ ۱۵۰ طبع حلب، نصب الرایه للزیلعی جلد۱ صفحہ ۱۷۹ طبع قاہرہ، قواعد فی علوم الحدیث صفحہ ۶۳ طبع الریاض، ابکار المنن مبارکپوری صفحہ ۱۹۱ طبع دہلی)

مزید تفصیل کے لئے عصر حاضر کے مشہور ماہر فن حدیث محمد عبدالرحمٰن المرعشلی کی تازہ تصنیف فتح المنان مقدمہ لسان المیزان صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۴ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت ملاحظہ کیجیے

سطور بالا میں بیان کئے گئے دلائل سے ثابت ہوا کہ یروی المناکیر جیسے الفاظ محمد بن احمد الکاتب کے ثقہ اور صدوق ہونے کی منافی نہیں۔ بڑے بڑے جید ائمہ نے اس کو ثقہ کہا ہے اس کے لئے کوئی جرح مفسر ثابت نہیں ہے حالانکہ معمولی فہم کا انسان بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ جس ثقہ یا صدوق راوی پر معمولی جرح یعنی یھم، لہ مناکیر، لہ اوھام اوریخطی وغیرہ ہوتو اس کی منفرد حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے۔

عطیہ عوفیؒ پر جرح اور اس کا جواب

اس خطبہ (فدک) کی سند میں راوی عطیہ العوفی ہے جو کہ ضعیف ہے علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو یہ خطبہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔

جواب:۔ جناب عطیہ بن سعد العوفیؒ کوفہ کے جلیل القدر تابعی ہیں ان کو بعض صحابہ کرامؓ سے روایتِ حدیث کا شرف حاصل ہے۔ ان کا شمار اجلہَ روایان حدیث میں ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کے ظاہری زمانہ خلافت میں یہ پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار حضرت سعد بن جنادہؓ بارگاہ حضرت علیؑ میں حاضر ہوئے عرض کیا اے امیر المومنینؑ ! اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا ہے اس کا نام تجویز کیجیے۔ آپ نے فرمایا ''ھذا عطیۃ اللّٰہ'' یہی سے ان کا نام عطیہ رکھا گیا۔

انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے خطبہَ فدک کو عبداللہ محض اور دیگر مشاہیر صحابہؓ وتابعینؒ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت علیؑ کی محبت سے حظِ وافر عطا فرمایا تھا یہی وجہ ہے کہ امتداد زمانہ کے زیر اثر کچھ متعصب لوگوں نے ان کی بے جا تضعیف کی ہے حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ جرح جب تعصب وعداوت اور منافرت وغیر کی بنا پر ہوتو ایسی جرح بالاتفاق قابل سماعت نہیں ہے بلکہ یہ جرح نہات مردود اور مطرود ہے۔

عطیہ عوفیؒ ١١١ھ کو شہر کوفہ میں واصل بحق ہوئے۔ ان کی حیات مستعار میں ٨١ھ ان کے لیے انتہائی صبر آزما سال تھا۔

اسی سال سفاکِ زمانہ حجاج بن یوسف نے اپنے گورنر کو حکم دیا تھا کہ عطیہ اگر علی بن ابی طالبؑ کو سب وشتم کرے تو فبہا وگرنہ اسے ٤٠٠ کوڑے مارے جائیں اس کے سر اور داڑھی کے بال بھی نوچ لیے

جائیں تو جناب عطیہ عوفیؒ نے بھرے دربار میں جلادوں اور ننگی تلواروں کے ہجوم میں اس فعل قبیح سے صاف انکار کردیا بالآخر اس کو ان سنگین مراحل سے گزرنا پڑا۔ (ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن، دیل المذیل من تاریخ الصحابہ والتابعین لابن جریر الطبری صفحہ ۹۵ طبع مصر، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۷ طبع دکن)

قارئین کرام! مذکورہ بالا بیان کیے گئے مندرجات سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ اگر عطیہ عوفیؒ خلیفہ راشد حضرت علیؑ اور ان کی اولاد پاک کی شان اقدس میں خدانخواستہ نازیبا کلمات استعمال کرتا تو ''جمہور'' کے نزدیک حریز بن عثمان حمصی (مشہور ناصبی، بخاری کا راوی [1] ہے) اور عمران بن حطان (بخاری کا راوی ہے حضرت علیؑ کے قاتل ابن ملجم مرادی ملعون کی مدح سرائی کیا کرتا تھا) کی طرح ثقہ، معتبر اور انتہائی قابل اعتماد راویوں میں شمار ہوتا حالانکہ اصول حدیث اور عقل وحکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ناصبی اپنی منافقت اور عداوت اہل بیتؑ کی وجہ سے غیر ثقہ اور ناقابل اعتماد ہوتا ہے۔ بلاوجہ صرف محبت علیؑ کے جرم میں عطیہ العوفیؒ کو متہم اور مطعون کرنے کی سعی نامشکور کی گئی۔

جبکہ امام بخاری کی ''الادب المفرد'' کے علاوہ سنن اربعہ یعنی ترمذی، ابوداود اور ابن ماجہ جیسے کتب صحاح کے مشاہیر ائمہ حدیث نے عطیہ عوفیؒ سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا۔ جو اس کے عادل اور قابل اعتبار ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔

سطور ذیل میں ہم اہل سنت کے مشاہیر ائمہ اور محدثین کی توثیقات پیش کئے دیتے ہیں تمام کا استقصاء تو دشوار ہے لیکن بطور مثال صرف چند ایک کی تصریحات پیش ہیں۔

امام ابن معین نے عطیہ عوفیؒ کی زبردست توثیق کی ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے: مجمع الزوائد للهیثمی ج۹ صفحہ ۱۰۹ طبع بیروت، تہذیب التہذیب ج ۷ صفحہ ۲۲۵، تاریخ یحیی ابن معین ج ۲ صفحہ ۴۰۶ طبع حلب)۔

امام ابن معین علم حدیث اور فن جرح وتعدیل کے امام ہیں یہ مذہب کے لحاظ سے غالی حنفی تھے

---

[1] اس سلسلہ میں کتب صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ناصبی راوی اور ان پر سیر حاصل تبصرہ کے لیے ہماری تازہ تصنیف ''الهدية السنية بجواب تحفہ اثنا عشریہ'' کی پہلی جلد ملاحظہ فرمائیں جو یقیناً قابل مراجعت ہے۔

جیسا کہ علامہ ذہبی نے اس کی تصریح اپنی کتاب ''الرواۃ الثقات المتکلم فیھم بما لا یوجب ردھم '' میں کردی ہے اتنے بڑے حنفی امام اور محدث کی توثیق وتصدیق کے بعد عطیہ عوفیؒ کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کسی بھی شبہ کا احتمال ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

چوتھی صدی ہجری کے بڑے محدث حافظ ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین بغدادی نے لکھا ہے:

عطیة العوفی لیس به بأس ، یہ ثقہ ہے اس سے حدیث اخذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(تاریخ اسماء الثقات صفحہ ۱۷۲، رقم ۱۰۲۳ طبع الدار السلفیہ کویت)۔

واضح رہے کہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے کہ آئمہ حدیث کی اصطلاح میں ''لابأس به'' راوی کے ثقہ ہونے کا ہی مفہوم ہے۔ (۱)

نہایت ثقہ اور معتمد مورخ محمد ابن سعد بصری نے عطیہ عوفیؒ کے حالات میں لکھا ہے:

وکان ثقة ان شاء الله تعالیٰ وله احادیث صالحة

عطیہ عوفیؒ انشاءاللہ تعالیٰ قابل وثوق ہے اور اس سے مروی احادیث بالکل درست ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۲۱۳ طبع لیدن ۱۳۲۱ھ)

اصح الکتب صحیح بخاری کے شارح علامہ بدرالدین عینی نے فقہ حنفی کی استدلالی کتاب ''طحاوی شریف'' کے راویوں کے حالات میں ایک ضخیم کتاب ''مغانی الاخیار من رجال معانی الآثار'' کے نام سے تصنیف فرمائی جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی تلخیص مولانا رشداللہ السندی نے ''کشف الاستار عن رجال معانی الآثار'' کے نام سے ایک جلد میں مرتب کی جسے دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع الدیوبندی نے اپنے مفید مقدمہ وحواشی کے ساتھ اپنے مرکزی ادارہ ''دار الاشاعت والتدریس دار العلوم

---

(۱) اگر جس راوی کے بارے میں ''لا بأس به'' کہا جائے تو وہ ثقہ ہوتا ہے۔ اس مطلب کو مزید دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں! تقریب النواوی مع شرحہ نوع ۲۳ صفحہ ۲۳۱ طبع مدینہ منورہ، تذنیب لتقعیب التقریب صفحہ ۴۰ از مولانا امیر علی حنفی ملیح آبادی طبع ناول کشور۔

دیوبند'' سے ۱۹۳۰ء کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے یہی نسخہ ہمارے پیش نظر ہے۔

چنانچہ اس مذکورہ کتاب میں امام بدرالدین عینی اور مولانا رشداللہ السندی حضرت عطیہ عوفیؒ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

عطية بن سعد بن جنادة العوفي الجدلي الكوفي ابوالحسن صدوق

''عطیہ بن سعد عوفی (روایت حدیث کے باب میں) سچا ہے'' (کشف الاستار صفحہ ۵ طبع دیوبند)

اور اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق علامہ استاذ احمد محمد شاکر نے بھی سنن ترمذی کی شرح میں ان کی بھرپور مدافعت کی ہے اور واشگاف الفاظ میں کہا ہے:

''لوگوں نے عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے حالانکہ وہ (حدیث کے باب میں) سچا ہے میرے نزدیک اس کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہے اور بلا شبہ امام ترمذی نے اس کی سب سے زیادہ تحسین کی ہے۔''

چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے:

وعطية هذا تكلموا فيه كثيراً وهو صدوق وفي حفظه شئ وعندي ان حديثه لا يقل عن درجة حسن وقد حسن له الترمذي كثيراً كما في الحديث

(التعليقات علىٰ سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۳۴۲ باب ماجاء فی صلاة الضحی طبع قاہرہ)

نیز امام ترمذی نے عطیہ عوفیؒ سے مروی اس محولہ بالا باب کی حدیث اور حدیث ثقلین کے ذیل میں ان دونوں کو حسن اور بعض دیگر احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان ایک حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ودر سندش عطیہ بن سعد عوفت ست ...وابن معین وغیرہ توثیقش نمودہ وترمذی حدیث او را تحسین کردہ واین حدیث از ھماں جنس ست کہ آن را حسن گفتہ وابن خزیمہ حدیث او را در صحیح خود آوردہ ونسائی باسناد صحیح از طارق بن شہاب بجلی آوردہ۔

''اس حدیث کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی ہے ابن معین اور دیگر آئمہ نے اس کی توثیق کی ہے امام

ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا اور یہ حدیث اسی جنس سے ہے کہ جسے ہم حسن کہا جائے امام بن خزیمہ اس کی حدیث کو اپنی ''صحیح'' میں لائے ہیں اور امام نسائی صحیح سند کے ساتھ طارق بن شہاب بجلی کے طریق سے عطیہ عوفی کی حدیث لائے ہیں''۔ (ریاض المرتاض صفحہ ۲۱۱ طبع بھوپال)

مزید برآں احناف کے فقیہ شہیر ابو الحسنات مولانا عبد الحی لکھنوی کے مایہ ناز شاگرد مولانا امیر علی حنفی ملیح آبادی متوفی ۱۹۱۹ء مترجم ہدایہ وفتاویٰ عالمگیری نے بھی اپنی کتاب تقعیب التقریب مطبوع برحاشیہ تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۵ طبع نول کشور میں عطیہ عوفی کے بارے میں امام ترمذی کی تحسین کو نقل کیا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام ترمذی کا عطیہ سے مروی حدیث کو ''حسن'' کہنا اس سے مراد سند کا اچھا ہونا ہے۔ خود امام ترمذی نے کتاب ''العلل'' میں اس بات کی تصریح بھی کردی ہے:

> ''جہاں ہم ''حدیث حسن'' کہتے ہیں وہاں ہماری مراد سند کا حسن ہونا ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو جس میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو، تو وہ ہمارے نزدیک حسن ہے''۔

اب یہ کہنا کہ عطیہ عوفی غیر ثقہ ہے محض تعصب اور تحکم و سینہ زوری ہے ورنہ ان مندرجات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امور ثابت اور واضح وآشکار ہو چکے ہیں کہ عطیہ عوفیؒ حدیث کے باب میں ثقہ، صدوق اور نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات کا حامل ہے اس سے مروی احادیث اور روایات عندالمحدثین صحیح ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہونے کے باوجود پھر بھی کوئی بلا تدبر و تفکر انکار پر مصر اور بضد رہے تو یہ لا علاج مرض ہے کیونکہ:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اکابر علماء اہل سنت جنہوں نے خطبہ فدک کو نقل کیا ہے

ان ہی حقائق کے پیش نظر بہت سے وسیع النظر محققین اور اساطین علم وتحقیق نے کھلے دل سے اس خطبۂ فدک کو تسلیم کیا اور اپنی تالیفات میں بلا نکیر اسے نقل کردیا ہے۔

ذیل میں مزید ان مصنفات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

چنانچہ تیسری صدی ہجری کے معروف ادیب اور مشہور مورخ ومحقق ابوالفضل احمد بن ابی طاہر المعرف ابن طیفور جو بغداد میں ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۰ھ میں انتقال فرما گئے آپ اہل سنت کے بلند پایہ محدث ہیں ان کے مزید حالات کے لئے معجم الادباء جلد ۱ صفحہ ۳۸۵، الاعلام للزرکلی جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، فهرست لابن ندیم صفحہ ۱۸۰ وغیرہ کتب رجال کو دیکھا جائے۔

انہوں نے اپنی تاریخی کاوش ''بلاغات النساء'' میں ان خطبوں کو شامل کرنے کا شرف حاصل کیا اور تین سلسلوں سے وہ ان کی سند لائے ہیں بلاغات النساء مطبوعہ الطبعة الاولی دارالاضواء بیروت ۱۹۹۹ء اس کی تحقیق وتخریج کا نہایت قابل ستائش کام ڈاکٹر شیخ محمد یوسف البقاعی نے کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی ہے یہی نسخہ ہمارے کتب خانہ کی زینت ہے چنانچہ مورخ موصوف خطبۂ فدک کو بعنوانِ ''کلام فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم'' کے ذیل میں لائے ہے جو صفحہ ۲۰ تا صفحہ ۳۰ تک پھیلا ہوا ہے اس خطبہ کی صحت کے لئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے جناب زید شہیدؓ کا یہ بیان لکھا ہے:

رایت مشایخ آل ابی طالب یروونه عن آبائهم ویعلمونه ابنائهم

''میں نے خاندان ابوطالب کے بزرگوں کو اپنے آباواجداد سے یہ خطبہ روایت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ اپنی اولاد کو یہ خطبہ یاد کرواتے تھے''

اور مورخ ابن طیفور نے یہ جملہ بھی جناب زید شہیدؓ کا ہی ارقام کیا ہے

وقد حدثنیه ابی عن جدی یبلغ به فاطمة علی هذه الحکایة

''اور بے شک مجھے اپنے پدر بزگوار نے میری جدہ ماجدہ کے حوالے سے یہ خطبہ بیان فرمایا ہے۔''

۲۔ برادران اہلسنت کے ایک اور قابل قدر دانشمند امام ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری بغدادی متوفی ۳۲۳ھ کا نام ملتا ہے۔ جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں خاصے تحقیقی کارنامے سرانجام دیے ہیں اور جن کی ایک تصنیف ''السقیفة وفدك'' ہے بحمداللہ ہمارے کتب خانہ میں اس کا ایک مطبوع نسخہ موجود ہے یہ وہ علمی شخصیت ہیں کہ جن کے بارے میں ممتاز عالم عبدالحمید ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنے تاثرات یوں بکھیرے ہیں:

وابوبکر الجوهری هذا عالمٌ محدّثٌ، كثير الادب، ثقةٌ، ورعٌ اثنی علیه المحدثون وروواعنه مصنفاته

''اور ابوبکر جوہری۔ یہ مانے ہوئے عالم، محدث، ادب آفریں۔ نہایت معتبر اور پرہیز گار بزرگ ہیں۔ سارے محدثین نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کے متاع فکر کی روایت کی ہے۔'' (شرح ابن ابی الحدید جلد۱۶صفحہ۲۱۰طبع مصر)

ان کے علاوہ امام ابوبکر جوہری کی توثیق بہت سی کتب رجال میں موجود ہے لیکن یہ اوراق مزید تذکرہ کے متحمل نہیں ہیں۔

امام جوہری نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۹۷ تا صفحہ ۱۰۵ طبع مکتبہ نینوی الحدیثہ میں خطبۂ فدک کو چار طرق و اسانید سے بیان کیا ہے۔

۳۔ اور علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے اپنی مایہ ناز کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد۱۶صفحہ۲۱۰ تا صفحہ۲۳۴طبع دار احیاء الکتب العربیہ مصر ۱۹۶۲ء میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے خطبہ میں مروی ''وکانت فی ایدینا فدك'' کے تحت بڑی شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے۔ ابن ابی الحدید کی یہ شرح بہت سے اہم اور دقیق مطالب پر مشتمل ہے جس سے بعد میں آنے والے اہل سنت کے علماء نے استفادہ کیا ہے۔

۴۔ شہرۂ آفاق مورخ احمد بن ابی یعقوب بن واضح الکاتب عباسی، یہ تیسری صدی کا مورخ ہے اور بقول علامہ شبلی نعمانی کہ ''اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے اس کی کتاب جو ''تاریخ یعقوبی'' کے نام سے مشہور ہے'' اس کتاب کے صفحہ ۸۶ جلد۲ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۶۰ء میں حضرت بتول عذراءؑ کے اس احتجاجی خطبے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۵۔ تیسری اور چوتھی صدی کے معروف مؤرخ ابوالحسن علی بن حسین المسعودی الشافعی المتوفی ۳۴۶ھ جو بقول شبلی نعمانی کہ ''فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا'' (الفاروق صفحہ ۷)۔

انہوں نے اپنی تصنیف ''مروج الذهب'' جلد اول صفحہ۴۱۶ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۹۲۷ء میں بعد از وفات پیغمبرؐ رونما ہونے والے واقعات اور اس خطبے کی جانب یوں اشارہ کیا

ہے:

واخبـار من قعد من البيعة ومن بايع وما قالت بنو هاشم وما كان من قصة فدك ومـاقـالـه اصحاب النص والاخبارفى الامامت وما قالوه فى امامة المفضول و غيره وما كان من فاطمة وكلامها متمتلة حين عدلت الى قبر ابيها عليه السلام .... مـماتركنا ذكره من الاخبار فى هذاالكتاب اذكنا قدأتينا على جميع ذلك فى كتابنا اخبار الزمان والكتاب الاوسط فاغنى ذلك عن ذكره هاهنا،

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے خاندان بنو ہاشم کا ابوبکر کی بیعت اور واقعہ فدک کے متعلق مفسرین و مؤرخین کے بیانات، امامت اور مفضول کی امامت کے متعلق ان کی آراء اور سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کا اپنے بابا رسول خداؐ کی قبر مبارک پر فریاد کرنا اور جناب فاطمہ زہرا اور ان کے خطبے کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا جب کہ ہم نے اپنی دوسری تصانیف ''اخبار الزمان'' اور ''کتاب الاوسط'' میں اس کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے۔

ہمیں مؤثق ذرائع سے مسموع ہوا ہے کہ علامہ مسعودی شافعی کی محولہ بالا دونوں کتابیں بیروت سے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہمیں دستیاب نہ ہوسکیں ورنہ ہم اپنے قارئین کے لیے انہی کتابوں سے اصل عبارت کو نقل کر دیتے۔

۶۔ دنیائے اسلام کے سیرت نگار ابوالفرج علی بن حسین اصبہانی اموی متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی تالیف ''مقـاتـل الـطـالبيين '' جلد اول صفحہ۶۲ تا صفحہ۶۳ طبع داراحیاء العلوم بیروت ۱۹۶۲ء میں جناب عون ابن عبداللہ ابن جعفر کے حالات میں اس خطبے کی نشاندہی اس طرح کی ہے:

اُمّـه زيـنـب الـعـقـيـلة بـنـت عـلـى ابن ابى طالب وامّها فاطمة بنت رسول اللهﷺ والـعـقـيـلة هـى الّتـى روىٰ ابن عبّاس عنها كلام فاطمةص فى فدك فقال: حدّثتنى عقيلتنا زينب بنت علىؑ۔۔۔۔الخ۔

''جناب عون کی والدہ۔علیؑ ابن ابی طالب اور رسول کریم کی بیٹی جناب فاطمہ زہراءؑ کی صاحبزادی حضرت زینبؑ عقیلہ تھیں اور فہم وفراست کی نشانی یہ وہی زینبؑ ہیں جن کے بارے میں جناب عبداللہ

ابن عباس نے کہا تھا کہ: ''حضرت فاطمہؑ کا فدک والا خطبہ مجھے عقیلۂ بنی ہاشم جناب زینب بنت علی سے دستیاب ہوا''

۷۔ بلند پایہ محدث اور قابل تعریف مورخ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن فرأغلی بن عبداللہ بغدادی المعروف سبط ابن جوزی حنفی نزیل دمشق (متوفی ۶۵۴ھ)
اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''تذکرۃ الخواص من الامۃ'' صفحہ ۲۸۵ طبع دارالاضواء بیروت ۱۴۰۱ھ میں جناب سیدہؑ کی فصاحت وبلاغت پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے آپ کے خطبۂ فدک کے ایک خاص حصے کو تحریر میں لائے ہیں

۸۔ عربی ادب کے نامور سکالر امام مجدالدین ابو سعادات مبارک المعروف ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی لغت کی مشہور ومتداول کتاب ''النهایه فی غریب الحدیث والاثر'' جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ المطبعۃ الخیریہ بمصر قاہرہ ۱۳۰۶ھ میں لفظ ''لـمة'' کی وضاحت میں لخت جگر پیغمبر کے خطبے کی جانب بایں الفاظ اشارہ فرمایا ہے:

''لمه'' فی حدیث فاطمة رضی الله عنها انها خرجت فی لمة من نسائها تتوطا ذیلها الی ابی بکر فعاتبته ای فی جماعة من نسائها،

۹۔ لغت عرب کے امام جمال الدین محمد ابن مکرم افریقی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''لسان العرب'' جلد ۱۲ صفحہ ۵۴۲ طبع دار صادر بیروت ۱۹۹۷ء میں لفظ ''لـم'' کی تشریح کے ذیل میں اس خطبے کا اقتباس وہی نقل کیا ہے جو نہایہ کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔

۱۰۔ دور حاضر کے محقق، مورخ اور نقاد ڈاکٹر عبد الفتاح عبدالمقصود المصری نے اپنی گرانمایہ کتاب ''سیدتنا البتول فاطمة الزهراء رضی الله عنها'' جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ تا صفحہ ۳۷۸ طبع مکتبۃ المنھل الکویتیہ بیروت ۱۹۸۲ء میں اس خطبے کو اپنی کتاب کی زینت بنایا۔

۱۱۔ دمشق کے ایک سوانح نگار مصنف علامہ عمر رضا کحالہ نے اپنی کتاب ''اعلام النساء فی عالمی العرب و الاسلام'' جلد ۴ صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۳ مطبوعہ مطبعہ ہاشمیہ دمشق ۱۹۵۹ء میں پورا خطبہ درج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

۱۲۔ ماضی قریب کے ایک صائب الرائے اور صحیح الفکر دانشور محقق استاد محمد بن حسن الحجوی الفاسی متوفی

۱۳۷۶ھ اپنی تالیف ''الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی '' جلد اول صفحہ ۲۰۳ مطبوعہ الطبعۃ الاولیٰ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۶ھ میں زیرِ عنوان ''سیدتنا فاطمۃ بنت مولانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اس خطبہ کی طرف یوں توجہ مبذول فرماتے ہیں:

---لکن ترجمۃ فضلھا وعقلھا وادبھا وشعرھا وخطبھا وجودھا وفقھھا خصت بالتالیف وانظر خطبھا فی کتاب بلاغات النساء---الخ

حقیقت حال یہ ہے کہ مؤلف موصوف فقہی مسلک کے لحاظ سے مالکی ہیں اور عقیدے کے اعتبار سے پکے سلفی اہلسنت ہیں جیسا کہ اسی کتاب جلد۲ صفحہ ۲۰۰ کی ''القسم الرابع'' میں خود فرماتے ہیں:

اما عقیدتی فسنیۃ سلفیۃ اعتقد عن دلیل قرآنی برھانی ماکان علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الراشدون---مالکی المذھب ماقام دلیل---

اس کتاب کے فاضل محشی استاد عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری نے بھی اس کتاب کے ابتدائی صفحہ پر مؤلف کا یہی مذہب ومسلک تحریر کیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع پر مرجع اور ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے مؤلف نے کمال درجہ مطالعہ وتحقیق کے بعد بی بی عالیہ سلام اللہ علیہا کے خطبۂ فدک کی توثیق وتصویب فرمائی ہے۔

۱۳۔ زمانہ حاضر کے ایک مشہور سکالر و دانشور استاد توفیق ابوعلم جن کا شمار اہلسنت کے شہیراور نامور محققین علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیف ''اھل البیتؑ'' صفحہ ۱۵۷ طبع الطبعۃ الاولیٰ مصر ۱۹۷۰ء اور دوسری کتاب ''فاطمۃ الزھراءؑ'' صفحہ ۲۱۴ طبع دار المعارف بمصر قاہرہ، میں عنوان '' بلاغتھا وفصاحتھا رضی اللہ عنھا'' کے تحت جناب خاتون جنتؑ کے پورے خطبے کو تحریر کیا ہے۔

مشاہیر علماء شیعہ جنہوں نے خطبہ فدک کو اپنی تالیفات میں درج کیا ہے

مندرجہ بالا تمام تصریحات برادران اسلامی کے معتمد علیہ اور جید علمائے کرام کی تھیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں انتہائی تعمق و ژرف نگاہی سے جناب مخدرہ کائنات سلام اللہ علیہا کے اس خطبے کو ارقام فرمایا ہے اور اب شیعہ مکتب فکر سے وابستہ جن علماء اعلام نے جناب فاطمۃ الزہراءؑ کے ان ارشادات کو اپنی تصنیفات میں درج کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۴۔ اعاظم علمائے شیعہ میں سے چوتھی صدی ہجری کے بطل جلیل عالم محمد بن جریر ابن رستم طبری اپنی معرکہ آراء کتاب ''دلائل الامامة الواضحة'' صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۹ طبع نجف ۱۹۶۳ء میں زیر عنوان ''حديث فدك'' جگر گوشہ امام الانبیاءؐ کے خطاب کو پانچ طرق واسانید کے ساتھ تحریر میں لائے ہیں۔

۱۵۔ رئیس المحدثین ابوجعفر محمد ابن علی یعنی شیخ صدوق علیہ الرحمۃ متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی ایک بیش بہا تصنیف ''علل الشرائع'' جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ طبع نجف میں موضوع کی مناسبت سے صدیقہ طاہرہؑ کے اس خطبے سے استنباط فرمایا ہے اور اپنی دوسری کتاب ''معانی الاخبار'' صفحہ ۳۵۴ طبع موسسۃ الاعلمی بیروت میں جناب سیدہؑ کے ان ارشادات کا پورا متن درج کیا جو آپ نے مدینے کی خواتین کے سامنے فرمائے تھے چونکہ آپ پوری کائنات کی خواتین کے لئے ایسا نمونہ عمل اور اسوۂ کامل ہیں کہ مہتاب بھی آپ کے نقوش کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

۱۶۔ چھٹی صدی ہجری کے بلند دانشمند شیخ احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی نے کتاب ''احتجاج طبرسی'' میں اس خطبہ کو حسب ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

روى عبدالله بن الحسن باسناده عن آبائه عليهم السلام انه لما اجتمع ابوبكر وعمر على منع فاطمة فدك وبلغها ذلك لاثت خمارها على راسها۔۔۔الخ

(ملاحظہ فرمائیں: احتجاج طبرسی صفحہ ۶۱ تا صفحہ ۶۵ مطبوعہ المطبعۃ المرتضویہ نجف اشرف ۱۹۳۲ء)

۱۷۔ ابوجعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ نے ''مناقب آل ابی

مختصر اصول ابن حاجب کی نہایت عمدہ شرح ہے، اس کے صفحہ ۹۸، ۱۰۴ طبع قدیم بولاق مصر میں عموم جمع سے استدلال ہوسکتا ہے؟ کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویدل علیہ وجوہ الاول تمسک الصحابۃ فان فاطمۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہا تمسکت بعموم قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم ۔۔۔ الخ

یہ چند وجوہات سے ثابت ہے پہلی یہ کہ صحابہ کرامؓ نے عموم حکم سے تمسک کیا ہے چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ساتھ تمسک کرکے استدلال پیش کیا۔ (کذافی مختصرالاصولابن حاجب نحوی صفحہ۷۵ المطبعۃ السعادۃ بمصر سن اشاعت ۱۳۲۶ھ)

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی رقم طراز ہیں:

پس ازاں صعب ترین اشکالات آن بود کہ حضرت فاطمہؓ و عباسؓ بظاہر عموم آیت یوصیکم اللّٰہ ... متمسک شدہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند

تمام مشکلات سے زیادہ مشکل حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباسؓ نے آیت مبارکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم ۔۔۔ الخ کے ظاہری عموم سے دلیل پکڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا مطالبہ کردیا۔ (ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء مقصد۲ صفحہ ۲۹، ۳۰ مطبوعہ صدیقی بریلی)

مزید برآں اس سلسلے میں طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۸۶ طبع لیدن "باب ذکر میراث رسول اللہ صلعم وما ترك" کے ذیل میں حضرت امام جعفر الصادقؑ سے مروی ایک روایت بایں الفاظ موجود ہے:

جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء العباس بن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معھما علی فقال ابوبکر قال رسول اللہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ وماکان النبی یعول فعلی فقال علی وورث سلیمان داؤد قال زکریا یرثنی و ترث من ال یعقوب قال ابو بکر ھو ھکذا و انت واللہ تعلم مثلما اعلم فقال علی ھذا کتاب اللّٰہ ینطق فسکتوا وانصرفوا (کذافی کنزالعمال ج ۳ صفحہ ۱۳۴ طبع دکن، جمع الجوامع للسیوطی ج ۱۵ صفحہ ۳۷۸ طبع بیروت)

حضرت فاطمہ زہراءؑ حق میراث طلب کرنے کے لیے ابو بکرؓ کے پاس آئیں اور جناب عباسؓ بن عبد المطلب بھی میراث مانگنے کے لیے آئے اور ان دونوں کے ساتھ سیدنا علی المرتضیٰؑ ان کی ترجمانی کے لیے تشریف لائے، سو ابو بکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے اور نبی کریمؐ جس کی کفالت کرتے تھے وہ میں کر دوں گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؑ نے اس میراث انبیاء کے جواب میں یہ آیات پیش کیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں: حضرت سلیمانؑ حضرت داؤد نبی کے وارث ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ حضرت زکریاؑ نے دعا کی کہ مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ وہ ایسا ہی ہے اور آپ قسم بخدا جیسا ہم جانتے ہیں ویسا آپ جانتے ہیں۔ اس پر حضرت علی مرتضیٰؑ نے کہا کہ اللہ کی کتاب بول کر میراث انبیاء کو بیان کر رہی ہے اس پر مکالمہ ختم ہو گیا اور وہ چلے گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت سیدہ خاتون جنتؑ کے جواب میں مخالف نے کوئی آیت پیش نہیں کی تو اس تناظر میں دختر رسول کا موقف انتہائی مضبوط ثابت ہوتا ہے۔

اس موضوع پر مستقل کتب رقم کی جا چکی ہیں جن کی طرف مراجعت باعث استفادہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان احتجاجات کا اثر حکمرانوں پر بھی ہوا یا نہیں؟؟ اسلامی تاریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہے حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ حاکم وقت ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر ہی قبضے سے دستبردار ہو جاتا مگر افسوس کہ ارباب اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی بلکہ انصاف دینے کے بجائے درباری فیصلے نے مخدرۂ کائنات حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو گوناگوں مصائب و آلام کی سنگلاخ وادی میں ڈال دیا۔ ہر آئے دن ایک نئی مصیبت سامنے آتی تھی۔ انتہائی حیرت ہے کہ فدک کے مقدمے میں حکمران خود ہی فریق بھی ہیں اور خود ہی فیصلے بھی کرتے ہیں کیا دنیا کی کوئی عدالت ایسے انصاف کی اجازت دیتی ہے؟ کلیجہ کانپ جاتا ہے ایسے فیصلے پر۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبر گرامیٔ قدر کی رحلت کے بہت قلیل عرصہ بعد سیدہ خاتونِ جنت ان حکمرانوں سے اپنا حق لیے بغیر دار فانی سے دار البقاء کی طرف رخصت ہو گئیں لیکن آج بھی یہ قرض حکمرانوں کی گردنوں پر ہے جو تا قیامت رہے گا۔

☆☆☆

خطبۂ فدک

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	بنام خدائے رحمٰن و رحیم
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَنۡعَمَ ،	ثنائے کامل ہے اللہ کے لیے ان نعمتوں پر جو اس نے عطا فرمائیں۔
وَلَهُ الشُّكۡرُ عَلٰى مَا اَلۡهَمَ ،	اور اس کا شکر ہے اس سمجھ پر جو اس نے (اچھائی اور برائی کی تمیز کے لیے) عنایت کی ہے۔ (۱)
وَالثَّنَاءُ بِمَا قَدَّمَ مِنۡ عُمُوۡمِ نِعَمٍ ابۡتَدَأَهَا ،	اور اس کی ثنا و توصیف ہے ان نعمتوں پر جو اس نے پیشگی عطا کی ہیں۔ (۲)

۱۔ عَلٰى مَا اَلۡهَمَ: الہام انسان کے نفس کے اندر ایک ایسی طاقت کا نام ہے جس کے ذریعے وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس طاقت کو حجت باطنی کہتے ہیں نیز اسے عقل اور وجدان بھی کہا جاتا ہے۔ کبھی ہم اسے ضمیر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ انسانی ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے خیر و شر، پاکیزگی و پلیدی، فسق و فجور اور تقویٰ کا ادراک اور فہم ودیعت فرما دی ہے۔ اسی لئے یہ نفس اچھائی کی طرف بلانے والے اور برائی سے روکنے والے کی آواز پہچان لیتا ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ونفس وما سويها فالهمها فجورها و تقويها (سورۃ الشمس آیت ۷۔۸)	اور قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے معتدل کیا پھر اس نفس کو اس کی بدکاری اور اس سے بچنے کی سمجھ عطا فرمائی

۲۔ وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ سوال کے بغیر از خود عنایت فرماتا ہے۔ دعائے رجبیہ میں آیا ہے:

يا من يعطيه من لم يسئله ومن لم يعرفه	اے وہ ذات جو اسے بھی عنایت فرماتا ہے جس نے نہ سوال کیا، نہ اس نے پہچان لیا۔

وَ سُبُوْغِ آلَاءٍ اَسْدَاهَا ،	ان ہمہ گیر نعمتوں پر جن کے عطا کرنے میں اس نے پہل کی۔(۳)
وَتَمَامِ مِنَنٍ وَالَاهَا ،	اور ان کی نعمتوں کی فراہمی میں فراوانی فرمائی۔
جَمَّ عَنِ الْاِحْصَاءِ عَدَدُهَا ،	اور ان نعمتوں کی تکمیل تواتر سے کی یہ نعمتیں دائرہ شمار سے وسیع تر ہیں(۴)
وَنَاَى عَنِ الْجَزَاءِ اَمَدُهَا ،	اور ان کے ادائے شکر کی حدود تک رسائی بہت بعید ہے(۵)
وَتَفَاوَتَ عَنِ الْاِدْرَاكِ اَبَدُهَا ،	اور (انسان)ان کی بے پایانی کا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ (٦)

تشریح کلمات

سُبُوْغٌ : فراوان۔
جَمٌّ : زیاد۔
نَاَی: دور۔

۳۔ وہ نعمتیں جو تمام انسانوں کے لیے یکساں طور پر عنایت فرماتا ہے۔

۴۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

وان تعدوا نعمة اللّٰه لاتحصوها — اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے۔

۵۔ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے تو ان نعمتوں کا حق ادا کرنا یقیناً ممکن نہیں ہے۔ یعنی کسی محدود عمل سے لامحدود نعمتوں کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔

٦۔ بہت سی ایسی نعمتیں ہیں جن کی گہرائی اور ان کی انتہائی حدود انسان کے احاطۂ ادراک میں نہیں آ سکتیں۔ بہت سی نعمتوں سے آج کا انسان آشنا ہے مگر کل کے انسان آشنا نہ تھے۔ اسی طرح انسانی ادراکات کا سلسلہ جاری رہے گا مگر ان نعمتوں کی آخری حدود تک پہنچنا ممکن نہیں۔

وَنَدَبَهُم لِاسْتِزَادَتِهَا بِالشُّكْرِ	نعمتوں میں اضافہ اور تسلسل کیلئے لوگوں کوشکر کرنے کی ہدایت کی۔(۷)
لِاتِّصَالِهَا	
وَاسْتَحْمَدَ اِلَى الْخَلَائِقِ بِاِجْزَالِهَا	حمد کا حکم اس لئے دیا کہ نعمتوں میں فراوانی ہو ایسی نعمتوں کی طرف مکرر دعوت دی (جو خود بندوں کے لیے مفید
وَثَنّٰى بِالنَّدْبِ اِلٰى اَمْثَالِهَا۔	ہیں)۔(۸)
وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ	اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی
لَاشَرِيْكَ لَهٗ ،	شریک نہیں۔
كَلِمَةٌ جَعَلَ الْاِخْلَاصَ تَأْوِيْلَهَا ،	(کلمہ شہادت) ایک ایسا کلمہ ہے کہ اخلاص (درعمل) کو اس کا نتیجہ قرار دیا ہے۔(۹)

تشریح کلمات

نَدَبَ: پکارا، دعوت دی۔

اِجْزَال: فراوانی۔

ثَنّی، الثَّنْيُ: مکرر۔

۷۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

لئن شکرتم لازیدنکم (سورۂ ابراہیم آیت ۷) اگر تم شکر کرو تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا

نعمتوں پر شکر کرنا اعلا قدروں کا مالک ہونے کی دلیل ہے ایسے لوگ ہی نعمتوں کی قدر دانی کرتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

شکر النعمة اجتناب المحارم و تمام الشکر قول الرجل: الحمد للّٰه رب العالمین (اصول کافی ج ۲ ص ۹۵ طبع ایران)

حرام چیزوں سے اجتناب ہی نعمت کا شکر ہے اور شکر اس وقت پورا ہو جاتا ہے جب بندہ یہ کہدے: الحمدللہ رب العالمین۔

۸۔یعنی نیک اعمال کی دعوت دی تا کہ اس قسم کی نعمتیں آخرت میں بھی میسر آئیں۔

۹۔یعنی: ایک خدا پر ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ دوسرے خود ساختہ خداؤں سے بے نیاز ہو کر صرف ⇦

وَلَا فَائِدَةٍ لَهُ فِيْ تَصْوِيْرِهَا ،	نہ ان کی صورت گری میں اس کا کوئی مفاد تھا (۱۴)
اِلَّا تَثْبِيْتًا لِحِكْمَتِهِ	وہ صرف اپنی حکمت کو آشکار کرنا چاہتا تھا
وَ تَنْبِيْهًا عَلٰى طَاعَتِهِ ،	اور طاعت و بندگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا
وَ اِظْهَارًا لِقُدْرَتِهِ	اور اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا
وَ تَعَبُّدًا لِبَرِيَّتِهِ	اور مخلوق کو اپنی بندگی کے دائرے میں لانا چاہتا تھا
وَ اِعْزَازًا لِدَعْوَتِهِ ،	اور اپنی دعوت کو استحکام دینا چاہتا تھا
ثُمَّ جَعَلَ الثَّوَابَ عَلٰى طَاعَتِهِ	پھر اس نے اپنی اطاعت کو باعث ثواب
وَ وَضَعَ الْعِقَابَ عَلٰى مَعْصِيَتِهِ	اور معصیت کو موجب عذاب قرار دیا
ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنْ نِقْمَتِهِ	تاکہ اس کے بندے اس کے غضب سے بچے رہیں۔
وَحِيَاشَةً لَهُمْ اِلٰى جَنَّتِهِ ۔	اور اس کی جنت کی طرف گامزن رہیں (۱۵)

تشریح کلمات

ذِيَادَةٌ: ذود سے رفع کرنا، دور کرنا۔

حِيَاشَةٌ: چلانا، گامزن کرنا۔

۱۴۔ اشیاء اپنے وجود اور اپنے بقا میں اللہ تعالی کی محتاج ہیں اللہ تعالی ان اشیاء کا محتاج نہیں ہے مگر ان اشیاء کو وجود دے کر اللہ اپنی کسی ضرورت کو پورا نہیں کر رہا، بلکہ ان مخلوقات کی خلقت کی غرض و غایت خود مخلوقات کی ارتقاء ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بندگی انسانیت کیلئے معراج ہے کیونکہ بندگی کمال کے ادراک کا نتیجہ ہے اور کمال کا ادراک خود اپنی جگہ ایک کمال ہے لہٰذا اطاعت و بندگی انسان کے لئے ارتقاء ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالی نے انسان کو نعمت وجود کے ساتھ بے شمار نعمتیں عنایت فرمائی ہیں ہماری طرف سے اللہ کی ⇦

وَاَشْہَدُ اَنَّ اَبِی مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ،	اور میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے پدر محمد اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں،
اِخْتَارَهُ وَانْتَجَبَهُ قَبْلَ اَنْ اَرْسَلَهُ ،	اللہ نے ان کو رسول بنانے سے پہلے انہیں برگزیدہ کیا تھا
وَسَمَّاهُ قَبْلَ اَنِ اجْتَبَلَهُ ،	اور ان کی تخلیق سے پہلے ہی ان کا نام روشن کیا۔ (۱۶)

تشریح کلمات

اِنْتَجَبَهُ: برگزیدہ کیا۔

اجتبله: اس کو خلق کیا۔

⇐ اطاعت سے تو ان نعمتوں کا بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالی کی رحمت ہے کہ وہ اطاعت پر ثواب بھی مرحمت فرماتا ہے اور اپنی جنت کی دائمی زندگی عنایت فرماتا ہے۔ یعنی دنیا کی چند روزہ اطاعت کے عوض ابدی ثواب عنایت فرماتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں: اطاعت کے ایک لمحے کے مقابلے میں جنت میں ابدی زندگی عنایت فرماتا ہے۔

۱۶۔ چنانچہ تغیر و تحریف کے باوجود آج بھی توریت و انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں تصریحات موجود ہیں۔

توریت استثنا ۱۸۔۱۵ میں مذکور ہے:

"خداوندا! تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو"۔

انجیل یوحنا میں آیا ہے:

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار "فارقلیط" بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا"۔

"فارقلیط" یونانی لفظ ہے اس کا تلفظ PARACLETE ہے اس سے مراد ہے عزت یا مدد دینے والا اس کا دوسرا تلفظ "فیرقلیط" ہے اور یونانی تلفظ PERICLITE ہے جس سے مراد عزت دینے والا بلند مرتبہ اور بزرگوار ہے جو محمد اور محمود کے قریب المعنی ہے۔

وَاصْطَفَاهُ قَبْلَ اَنِ ابْتَعَثَهُ ،	اور مبعوث کرنے سے پہلے انہیں منتخب کیا
اِذِ الْخَلَائِقُ بِالْغَيْبِ مَكْنُونَةٌ	جب مخلوقات ابھی پردۂ غیب میں پوشیدہ تھیں
وَبِسِتْرِ الْاَهَاوِيْلِ مَصُونَةٌ	وحشت ناک تاریکی میں گم تھیں
وَبِنِهَايَةِ الْعَدَمِ مَقْرُوْنَةٌ ،	اورعدم کے آخری حدود میں دبکی ہوئی تھیں۔
عِلْمًا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِمَآئِلِ الْاُمُوْرِ	اللہ کو(اس وقت بھی) آنے والے امور پر آگہی تھی
وَاِحَاطَةً بِحَوَادِثِ الدُّهُوْرِ	اور آیندہ رونما ہونے والے ہر واقعہ پر احاطہ تھا۔
وَمَعْرِفَةً بِمَوَاقِعِ الْمَقْدُوْرِ۔	اورتمام مقدرات کی جائے وقوع کی شناخت تھی۔ (۱۷)

تشریح کلمات

مَكْنُونٌ: پوشیدہ۔

مَآئِلُ الْاُمُوْر: انجام پانے والے امور۔

۱۷۔ اللہ کا علم معلوم کے وجود پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ معلومات کے وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان پر احاطۂ علم رکھتا تھا۔ کیونکہ اللہ کے لئے بعد و قبل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے علم کے لئے زمانہ حائل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا علم زمانی نہیں ہے۔ اس کے علم کے لئے ماضی اور مستقبل یکساں ہے۔

چنانچہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

عالم اذلا معلوم و رب اذلا مربوب وقادر اذلا مقدور	وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کوئی معلوم موجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جب کوئی مربوب نہ تھا، اور اس وقت بھی قادر تھا جب کوئی مقدور نہ تھا۔
(نہج البلاغہ خطبہ ۹ صفحہ ۱۴۷)	

اِبْتَعَثَهُ اللّٰهُ اِتْمَامًا لِاَمْرِهٖ	اللہ نے رسول کو اپنے امور کی تکمیل اور
وَعَزِيْمَةً عَلٰى اِمْضَاءِ حُكْمِهٖ	اپنے دستور کے قطعی ارادے اور حتمی
وَاِنْفَاذًا لِمَقَادِيْرِ حَتْمِهٖ ،	مقدرات کو عملی شکل دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔(۱۸)
فَرَاَى الْاُمَمَ	اس وقت اقوام عالم کو اس حال میں
فِرَقًا فِىْ اَدْيَانِهَا ،	پایا کہ وہ دینی اعتبار سے فرقوں میں بٹی ہوئی ہیں
عُكَّفًا عَلٰى نِيْرَانِهَا ،	کچھ اپنے آتشکدوں میں منہمک
عَابِدَةً لِاَوْثَانِهَا ،	اور کچھ بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف
مُنْكِرَةً لِلّٰهِ مَعَ عِرْفَانِهَا ،	معرفت کے باوجود اللہ کی منکر تھیں (۱۹)

تشریح کلمات

عُكَّفًا: منہمک، ملتزم۔

اَوْثَانٌ: وثن کی جمع۔ بت۔

۱۸۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے امور الٰہی کی تکمیل ہوئی، احکام خداوندی کا نفاذ ہوا اور مقدرات حتمی کو عملی شکل مل گئی۔ اس کا یہ واضح مطلب ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہرِ تکمیلِ امرِ الٰہی ہیں، وہ مظہرِ ارادۂ خداوندی ہیں۔ انہیں کے ذریعہ مقدراتِ الٰہی مرحلۂ علم سے مرحلۂ وجود میں آتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك	اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو میں زمین وآسمان
(بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۲۷ طبع بیروت)	کو بھی خلق نہ کرتا۔

۱۹۔ چنانچہ حضرت امیرالمؤمنین علی بن ابی طالبؑ اسی مطلب کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

واهل الارض يومئذ ملل متفرقة	اس وقت کرۂ ارض کے باشندے متفرق
واهواء منتشرة و طرائق متشتته،	قوموں میں بٹے ہوئے تھے منتشر خیالات
بين مشبه لله بخلقه او ملحد فى	اور مختلف راہوں میں سرگرداں تھے کچھ اللہ کو مخلوق کے مانند سمجھتے تھے کچھ ملحد ومنکر تھے اور کچھ غیر اللہ کی طرف رجوع ⇐

فَاَنَارَاللّٰهُ بِاَبِیْ مُحَمَّدٍ ظُلَمَهَا	پس اللہ تعالیٰ نے میرے والد گرامی محمدؐ کے ذریعے اندھیروں کو اجالا کر دیا
وَكَشَفَ عَنِ الْقُلُوْبِ بُهَمَهَا	اور دلوں سے ابہام کو
وَجَلٰی عَنِ الْاَبْصَارِ غُمَمَهَا،	اور آنکھوں سے تیرگی کو دور کر دیا
وَقَامَ فِی النَّاسِ بِالْهِدَايَةِ	(میرے والد نے) لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا
فَاَنْقَذَهُمْ مِنَ الْغَوَايَةِ	اورانہیں گمراہوں سے نجات دلائی۔
وَبَصَّرَهُمْ مِنَ الْعَمَايَةِ،	آپ انہیں اندھے پن سے بینائی کی طرف لائے
وَهَدَاهُمْ اِلَی الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ	نیز آپ نے استواردین کی طرف ان کی راہنمائی کی۔
وَدَعَاهُمْ اِلَی الطَّرِيْقِ الْمُسْتَقِيْمِ.	راہ راست کی طرف انہیں دعوت دی
ثُمَّ قَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ	پھر اللہ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا
قَبْضَ رَاْفَةٍ وَاخْتِيَارٍ	شوق ومحبت اور اختیاروغبت کے ساتھ
وَرَغْبَةٍ وَ اِيْثَارٍ،	نیز (آخرت کی) ترغیب و ترجیح کے ساتھ۔(۱۹)

تشریح کلمات

بُهَمْ : ابہام

غُمَم : حیرانی، راہ نہ پانا۔

⇦ اسمه او مشير الى غيره فهديهم من الضلالة و انقذهم بمكانه من الجهالة. (نہج البلاغہ)

کرنے والے تھے۔ایسے حالات میں اللہ نے محمدؐ کے ذریعہ ان کو گمراہی سے ہدایت بخشی اور ان کے ذریعہ انہیں جہالت سے بچا لیا۔

۱۹۔ ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے از راہ محبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وصال کو اختیار فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کو اختیار فرمایا ہو، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عزرائیل کسی کی روح قبض کرنے کے لئے اجازت ⇦

فَمُحَمَّدٌ مِنْ تَعَبِ هٰذِهِ الدَّارِ فِيْ رَاحَةٍ	اب محمدؐ دنیا کی تکلیفوں سے آزاد ہیں۔
قَدْ حُفَّ بِالْمَلَائِكَةِ الْاَبْرَارِ	مقرب فرشتے ان کے گرد حلقہ بگوش ہیں۔
وَرِضْوَانِ الرَّبِّ الْغَفَّارِ	آپ ربّ غفار کی خوشنودی
وَمُجَاوَرَةِ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ	اور خدائے جبار کے سایۂ رحمت میں آسودہ ہیں۔
صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَ اَمِيْنِهٖ	اللہ کی رحمت ہو اس کے نبی امین پر
وَخِيَرَتِهٖ مِنَ الْخَلْقِ وَصَفِيِّهٖ	جو ساری مخلوقات سے منتخب وپسندیدہ ہیں۔
وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔	اور اللہ کا سلام اور اس کی رحمت اور برکتیں ہوں آپ پر۔
ثُمَّ الْتَفَتَتْ اِلٰى اَهْلِ الْمَجْلِسِ وَقَالَتْ:	پھر اہل مجلس کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:
اَنْتُمْ عِبَادَ اللّٰهِ نُصُبُ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ	اللہ کے بندو! تم ہی تو اللہ کے امر و نہی کے مخاطب ہو،
وَحَمَلَةُ دِيْنِهٖ وَ وَحْيِهٖ ،	اللہ کے دین اور اس کی وحی (کے احکام) کے ذمے دار ہو۔
وَ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ	تم اپنے نفسوں پر اللہ کے امین ہو،
وَبُلَغَاؤُهٗ اِلَى الْاُمَمِ ،	دیگر اقوام کے لئے (اس کے دین کے) بھی مبلغ تم ہو۔ (۲۰)

⇦ نہیں مانگتے لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے موقع پر آپ سے اجازت طلب کی اور حضورؐ کی اجازت سے قبضِ روح عمل میں آیا۔

۲۰۔ احکام خداوندی اور وحی الٰہی کے پہلے مخاطبین وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست احکام سنتے تھے۔ ان پر یہ فرض بھی عائد ہوتا تھا کہ وہ ان احکام کو پوری دیانتداری سے حفظ کر کے دوسرے ⇦

زَعِيمُ حَقٍّ لَهُ فِيكُمْ	اس کی طرف سے برحق رہنما تمہارے درمیان موجود ہے۔ (۲۱)
وَعَهْدٌ قَدَّمَهُ إِلَيْكُمْ	اور تم سے عہد و پیمان بھی پہلے سے لیا جا چکا ہے۔ (۲۲)

← لوگوں تک امانتداری سے پہنچا دیں۔ چنانچہ آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

فلیبلغ الشاهد الغائب — حاضر لوگ غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔

البتہ ان احکام کو حفظ کرنے اور امانتداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے میں سب لوگ یکساں نہ تھے۔ کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے تو تھے لیکن کچھ سمجھنے کے اہل نہ تھے چنانچہ قرآن حکیم اس کی یوں گواہی دیتا ہے۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (سورۂ محمد آیت ۱۶)

اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو آپ (کی باتوں) کو سنتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو جنہیں علم دیا گیا ہے ان سے پوچھتے ہیں کہ اس (نبی) نے ابھی کیا کہا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

اسی طرح فرمودات رسولؐ کو پوری امانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچانے کے فریضے پر بھی لوگ یکساں طور پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ یہاں مزید بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ تاریخی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

۲۱۔ زعیمِ حق سے مراد حضرت علیؑ کی ذات ہو سکتی ہے۔ لَهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتی ہے یعنی اللہ کی طرف سے وہ ذات بھی تمہارے درمیان موجود ہے جس کی زعامت اور قیادت بنی برحق ہے۔

۲۲۔ اس عہد سے مراد وہ عہد ہو سکتا ہے جو غدیر خم کے موقع پر لوگوں سے لیا گیا۔ چنانچہ غدیر خم کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ بہت سے جلیل القدر اصحاب رسولؐ اور تابعینؒ کی متواتر روایت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔ ظاہر ہے ایک لاکھ کے مجمع نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی تھی تو حضرت زہراؑ کے زمانے میں یقیناً ایسے لوگ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے جنہوں نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی تھی۔ (حدیث غدیر پر سیر حاصل بحث کے لیے عبقات الانوار از علامہ میر حامد حسین لکھنوی ملاحظہ فرمائیں)

وَبَقِيَّةٌ اسْتَخْلَفَهَا عَلَيْكُمْ	آپ نے ایک (گرانبھا) ذخیرے کو تمہارے درمیان جانشین بنایا (۲۳)
وَمَعَنَا كِتَابُ اللّٰهِ	اور اللہ کی کتاب بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔
كِتَابُ اللّٰهِ النَّاطِقُ ،	یہ اللہ کی ناطق کتاب
وَالْقُرْآنُ الصَّادِقُ ،	سچا قرآن،
وَالنُّورُ السَّاطِعُ ،	چمکتا نور،
وَالضِّيَاءُ اللَّامِعُ ،	اور روشن چراغ ہے
بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ ،	اس کے دروسِ عبرت واضح
مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ ،	اور اس کے اسرار و رموز آشکار
مُتَجَلِّيَةٌ ظَوَاهِرُهُ ،	اور اس کے ظاہری معانی روشن ہیں۔
مُغْتَبَطٌ بِهِ أَشْيَاعُهُ ،	اس کے پیروکار قابل رشک ہیں (۲۴)

۲۳۔ یہ ایک متواتر حدیث ثقلین کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: [إنی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی] یہ حدیث بھی متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ برصغیر کے محقق علی الاطلاق علامہ میر حامد حسین لکھنویؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب دو ضخیم جلدوں میں ''عبقات الانوار'' کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔

۲۴۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث مروی ہے:

والفضیلة الکبری والسعادة العظمی من استضاء به نوره اللّٰه ومن عقد به امره عصمه اللّٰه ومن تمسك به انقذه اللّٰه (بحار الانوار ۸۹/۳۱)	قرآن سب سے بڑی فضیلت اور سب سے بڑی سعادت ہے جو اس کے ذریعے روشنی طلب کرے اللہ اسے منور کر دیتا ہے اور جو اپنے معاملہ کو قرآن سے وابستہ کرے اللہ اسے محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اس سے متمسک ہوا اللہ اسے نجات دیتا ہے۔

قَائِدٌ اِلَى الرِّضْوَانِ اتِّبَاعُهُ ،	اس کی پیروی رضوان کی طرف لے جاتی ہے۔ (۲۵)
مُؤَدٍّ اِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهُ ،	اسے سننا بھی ذریعۂ نجات ہے۔ (۲۶)
بِهٖ تَنَالُ حُجَجُ اللّٰهِ الْمُنَوَّرَةُ	اس قرآن کے ذریعے اللہ کی روشن دلیلوں کو پایا جا سکتا ہے۔ (۲۷)

۲۵۔ قرآن مجید کا اتباع مؤمن کو مقام رضوان پر فائز کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ سورۂ توبہ آیت ۷۲ میں جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن کے ذکر کے بعد یوں فرمایا گیا ہے:

ورضوان من اللّٰه اکبر	اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ان سب
ذلك هو الفوز العظيم	سے بڑھ کر ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی جنت کے اعلیٰ ترین درجہ یعنی جنت عدن سے بھی بڑھ کر ہے۔ ممکن ہے ''اکبر'' سے مراد اکبر من کل شئی ہو یعنی جنت کی تمام نعمتیں خواہ کتنی عظیم کیوں نہ ہوں رضائے رب کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور ممکن ہے اکبر من ان یوصف ہو یعنی اللہ کی خوشنودی کی نعمت توصیف و بیان کی حد سے بڑھ کر ہے۔ مؤمن جب جنت میں رب رحیم کے جوار میں اس کی خوشنودی کی پرسکون اور کیف و سرور کی فضا میں قدم رکھے گا تو اس کے لئے ایک لحہ بھی وصف و بیان سے بڑھ کر ہوگا۔

۲۶۔ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب تمام اعمال میں سب سے زیادہ ہے۔ پیغمبر اسلامؐ سے حدیث ہے: احب الاعمال الی اللّٰه الحال المرتحل حضرت امام زین العابدینؑ سے جب پوچھا گیا تو یہی فرمایا کہ بہترین عمل الحال المرتحل (العدۃ ص ۲۹۹ طبع نجف) ہے یعنی قرآن کی تلاوت شروع کر کے ختم کرنا۔ اسی طرح قرآن کی تلاوت کا سننا بھی کارِثواب ہے۔ بلکہ جب تلاوت قرآن کی آواز آرہی ہو تو اسے توجہ سے سننا واجب ہے:

واذاقری القرآن فاستمعوا له وانصتوا	جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنا کرو اور
لعلکم ترحمون (سورہ اعراف آیت ۲۰۴)	خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی روشن دلیلیں جس کے پاس ہوں وہ یقیناً کامیاب وکامران ہے۔ چنانچہ جب قل فللّٰه الحجة البالغة کا مطلب حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک بندہ سے سوال فرمائے گا کہ تو دنیا میں عالم تھا یا جاہل؟ اگر جواب دے کہ میں عالم تھا تو فرمائے گا: پھر تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اگر کہے جاہل تھا تو فرمائے گا کہ تم نے علم حاصل کیوں نہیں کیا تا کہ تم اس ⟸

وَعَزَائِمُهُ الْمُفَسَّرَةُ	بیان شدہ واجبات کو،(۲۸)
وَمَحَارِمُهُ الْمُحَذَّرَةُ	منع شدہ محرمات کو،
وَبَيِّنَاتُهُ الْجَالِيَةُ	روشن دلائل کو،
وَبَرَاهِينُهُ الْكَافِيَةُ،	اطمینان بخش براہین کو،
وَفَضَائِلُهُ الْمَنْدُوبَةُ،	مستحبات پر مشتمل فضائل کو،(۲۹)
وَرُخَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ	جائز مباحات کو،
وَشَرَائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ.	اور اس کے واجب دستور کو پایا جا سکتا ہے۔
فَجَعَلَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ تَطْهِيْراً لَكُمْ مِنَ الشِّرْكِ	اللہ نے ایمان کو شرک سے تمہیں پاک کرنے کا، (۳۰)
وَالصَّلٰوةَ تَنْزِيْهاً لَكُمْ عَنِ الْكِبْرِ،	نماز کو تمہیں تکبر سے محفوظ رکھنے کا،(۳۱)

⇐ پر عمل کرتے؟ یہی حجت بالغہ ہے جو اللہ اپنے بندے پر قائم فرماتا ہے۔ اگر انسان قرآنی تعلیمات حاصل کر کے اس پر عمل کرے تو اس صورت میں حجت اور دلیل اس کے پاس ہوتی ہے۔(امالی شیخ طوسی صفحہ ۹ طبع نجف)

۲۸۔ (عزائم) فرائض اور واجبات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ''رخص'' آتا ہے جو مباحات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں رخص بھی ہیں اور عزائم بھی واجبات کا ذکر ہے اور مباحات کا بھی۔ مثلاً

وکلوا مما رزقکم اللّٰہ حلالا طیبا (سورۂ مائدہ آیت ۸۸) جو حلال و پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دی ہے اسے کھاؤ۔

۲۹۔ اس جملے کا دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ'' اس کی طرف سے دعوت شدہ فضائل کو'' ممکن ہے مندوب کا مطلب مستحبات ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مندوب لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہو یعنی ''دعوت شدہ''۔

۳۰۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ غیر اللہ پر تکیہ کرنا سراسر ایمان کے منافی ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان اور غیر اللہ پر بھی جن سے شرک لازم آتا ہو یہ دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جہاں ایمان باللہ کمزور ہو جاتا ہے تو وہاں غیر اللہ پر بھروسا کے لئے گنجائش نکل آتی ہے۔ لیکن جب ایمان پختہ ہو تو ایسی آلودگیوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

۳۱۔ نماز اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا عملی اعتراف ہے۔ جب بندہ خدا کی کبریائی کا معترف ہو جائے تو اپنی کبریائی ⇐

وَالزَّكَاةَ تَزْكِيَةً لِلنَّفْسِ وَنَمَاءً فِي الرِّزْقِ ،	زکوٰۃ کونفس کی پاکیزگی اور رزق میں اضافے کا،(۳۲)
وَالصِّيَامَ تَثْبِيْتًا لِلْإِخْلَاصِ ،	روزہ کواخلاص کے اثبات کا،(۳۳)
وَالْحَجَّ تَشْيِيْدًا لِلدِّيْنِ ،	حج کو دین کی تقویت کا،
وَالْعَدْلَ تَنْسِيْقًا لِلْقُلُوْبِ ،	عدل و انصاف کودلوں کو جوڑنے کا،

⇐ کاتصورنہیں کرسکتا لہٰذا نمازی تکبر کی بیماری میں مبتلانہیں ہوسکتا جیسا کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

ولنا في ذلك من تعفير عتاق الوجوه بالتراب تواضعاً والتصاق كرائم الجوارح بالارض تصافراً (نہج البلاغۃ)	اور ہمارے خوبصورت چہروں کو خاک پر رکھنے میں تواضع ہے اور اہم اعضاء کوزمین پر رکھنے میں فروتنی ہے۔

۳۲۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم (سورۃ توبہ آیت ۱۰۳)	اے رسول آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجئے اس کے ذریعہ آپ ان کو پاکیزہ اور بابرکت بنائیں۔

یعنی زکوٰۃ وصول کرکے ان کو بخل، طمع، بے رحمی اور دولت پرستی جیسے برے اوصاف سے پاک کریں۔ وَتَزْكِيَةً :یعنی سخاوت، ہمدردی اور ایثار وقربانی جیسے اوصاف کو پروان چڑھانا۔ اس طرح زکوٰۃ اوصافِ رذیلہ کی تطہیر اور اوصافِ حمیدہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ ''انفاق'' ایک عنوان ہے اس کی کئی اقسام ہیں مثلاً فطرہ، مالی کفارہ،عشر،خمس،صدقہ واجب اور صدقہ مستحب۔ البتہ فقہی اصطلاح میں زکوٰۃ کا لفظ معینہ نصاب پر عائد ہونے والے مالی حقوق کے ساتھ مختص ہے۔

۳۳۔عبادات میں روزہ اخلاص کی خصوصی علامت اس لئے ہے کہ باقی عبادات کا مظاہرہ عملاً ہوتا ہے جن میں ریاکاری کا امکان رہتاہے مگر روزہ دار کے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس نے روزے کی حالت میں کچھ کھایا پیانہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الصوم لي وانا اجزي به (الوافی از فیض کاشانی ج۲ص۵طبع تہران)	روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔

وَطَاعَتَنَا نِظَاماً لِلْمِلَّةِ	ہماری اطاعت کو امت کی ہم آہنگی کا، (۳۴)
وَإِمَامَتَنَا أَمَاناً لِلْفُرْقَةِ ،	ہماری امامت کو تفرقہ سے بچانے کا، (۳۵)
وَالْجِهَادَ عِزّاً لِلْإِسْلَامِ ،	جہاد کو اسلام کی سربلندی کا، (۳۶)
وَالصَّبْرَ مَعُوْنَةً عَلَى اسْتِيْجَابِ الْأَجْرِ ،	صبر کو حصول ثواب کا،

۳۴۔ اِطَاعَتُنَا: ہماری اطاعت ۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی اطاعت مراد ہے جیسا کہ فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور
اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم	رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو
(سورہ محمد آیت ۳۲)	باطل نہ کرو۔

۳۵۔ اگر امت اسلامیہ ائمہ اہل بیتؑ کی امامت پر مجتمع ہوجاتی تو اس امت میں تفرقہ وجود میں نہ آتا۔ امت محمدیہ میں جو بھی تفرقہ وجود میں آیا ہے وہ بنی ہاشم کے ساتھ محض حسد و عداوت کی وجہ سے آیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے کہ جب مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا یہ موقف بنا کہ رسالتمآبؐ پر درود بھیجنے سے کچھ لوگوں کی ناک اونچی ہوتی ہے اس لئے میں درود نہیں بھیجتا۔ اس قسم کے کئی واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت تفرقہ اور ہلاکت سے محفوظ رہنے کا سبب ہے چنانچہ اہلِ بیت کا اہلِ زمین کے لئے امان ہونے کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً فرمایا: اہلِ بیتؑ سفینۂ نوحؑ کے مانند ہیں، اہلِ ارض کے لئے امان اور بابِ حطہ ہیں۔

(ملاحظہ ہو: صواعق محرقہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۷۸ طبع قاہرہ)

۳۶۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں:

i۔ جہاد برائے دعوتِ اسلام۔ ii۔ جہاد برائے دفاع۔

جہاد برائے دعوت میں امام کی اجازت شرط ہے۔ امام خاص شرائط کے تحت دعوت کے لئے جہاد کا حکم صادر فرماتے ہیں اور جہاد برائے دفاع اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب دشمن کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ اس میں اذنِ امام شرط نہیں ہے اور یہ جہاد ہر ایک پر واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام جہاد کے بارے میں فرماتے ہیں: واللّٰہ ما صلحت دین ولا دنیا الا بہ "قسم بخدا دین اور دنیا کی بہبودی صرف جہاد ہی کے ذریعہ ممکن ہے"۔

وَالْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَۃً لِلْعَامَّۃِ ،	امر بالمعروف کوعوام کی بھلائی کا،(۳۷)
وَبِرَّ الْوَالِدَیْنِ وِقَایَۃً مِنَ السَّخَطِ ،	والدین پر احسان کو قہرِ الٰہی سے بچنے کا،(۳۸)
وَصِلَۃَ الْاَرْحَامِ مِنْسَاۃً فِی الْعُمُرِ وَمِنْمَاۃً لِلْعَدَدِ ،	صلۂ رحمی کو درازیٔ عمر اور افرادی کثرت کا،(۳۹)

تشریح کلمات

سَخَطٌ : ناراض ہونا۔

مِنْمَاۃٌ : رشد اور نمو۔

۳۷۔ امر بالمعروف اور نہی از منکر اصلاح معاشرہ کے لئے اسلام کا ایک زرین اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں ایک متوازن سوچ کا حامل باشعور معاشرہ وجود میں آتا ہے، جس میں کسی ظالم کو ظلم کرنے اور کسی استحصالی کو استحصال کرنے کا موقع نہیں ملتا کیونکہ ایک آگاہ اور باشعور معاشرہ ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بصورت دیگر ایک تاریک اور شعور سے خالی معاشرے میں ہر قسم کی ظالم اور استحصالی قوتوں کے لیے کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ حدیث میں مروی ہے: تم اگر امر بالمعروف اور نہی از منکر کے عمل کو ترک کرو گے تو تم پر ایسے ظالم لوگ مسلط ہو جائیں گے جن سے نجات کے لئے تم دعا کرو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

۳۸۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

من اسخط والدیہ اسخط اللّٰہ ومن اغضبھما فقد اغضب اللّٰہ (مستدرک الوسائل)	جس نے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا اور جس نے والدین کو غصہ دلایا اس نے اللہ کو غصہ دلایا۔

۳۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ والارحام (سورۂ نساء آیت ۱)	اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (خوف کرو)۔

اس آیت مبارکہ میں صلۂ رحمی کو خوفِ خدا کے ذکر کے ساتھ رکھا گیا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وَالْقِصَاصَ حِقْناً لِلدِّمَاءِ ،	قصاص کو خون کی ارزانی روکنے کا، (۴۰)
وَالْوَفَاءَ بِالنَّذرِ تَعْرِيضاً لِلْمَغْفِرَةِ،	وفا بالنذر کو مغفرت میں تاثیر کا،
وَتَوْفِيَةَ الْمَكَايِيْلِ وَالْمَوَازِيْنِ تَغْيِيراً لِلْبَخْسِ ،	پورے ناپ تول کے حکم کو کم فروشی سے بچنے کا،
وَالنَّهْيَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزِيهاً عَنِ الرِّجْسِ ،	شراب نوشی کی ممانعت کو آلودگی سے بچنے کا، (۴۱)

تشریح کلمات

حِقْنٌ: محفوظ رکھنا، روکنا۔

بَخْسٌ : کم دینا۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب (سورۂ بقرہ آیت ۱۷۹)	اے صاحبان عقل! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

یعنی قانون قصاص کے ذریعے قتل کا عمل رک سکتا ہے۔ اس طرح اس قانون کے نفاذ سے تمہاری زندگیاں محفوظ ہو جائیں گی۔ چنانچہ اسلام کا قانون قصاص نافذ نہ ہونے کی وجہ سے بعض قبائل میں آج بھی قتل کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

۴۱۔ شراب کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد پر لعنت بھیجی ہے:

لعن رسول اللّٰہ فی الخمر عشرۃ غارسھا و حارسھا و عاصرھا، وشاربھا وساقیھا و حاملھا، والمحمول لہ و بایعھا ومشتریھا وآکل ثمنھا (الکافی مع شرحہ ۶/۴۲۹)	وہ دس افراد یہ ہیں: اس کی زراعت کرنے والا، اس کی حفاظت کرنے والا، اس کو کشید کرنے والا، اس کو پینے والا، اس کو پلانے والا، اس کو حمل ونقل کرنے والا، اس کو وصول کرنے والا، اس کو فروخت کرنے والا، اس کو خریدنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا۔

جس شخص میں بھی یہ خصائل پائے جائیں وہ اس لعنت کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

وَاجْتِنَابَ الْقَذْفِ حِجَاباً عَنِ اللَّعْنَةِ،	بہتان تراشی سے اجتناب کو نفرت سے بچنے کا،(۴۲)
وَتَرْكَ السَّرِقَةِ اِيْجَاباً لِلْعِفَّةِ،	چوری سے پرہیز کو شرافت قائم رکھنے کا،
وَحَرَّمَ اللّٰهُ الشِّرْكَ اِخْلَاصاً لَهُ بِالرُّبُوْبِيَّةِ،	اورشرک کی ممانعت کو اپنی ربوبیت کو خالص بنانے کا ذریعہ بنایا۔
(فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ)	اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو جیسا کہ اس کا خوف کرنے کا حق ہے اور جان نہ دینا مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ (سورہ آل عمران/۱۰۲)
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ فِيْمَا اَمَرَكُمْ بِهِ وَنَهَاكُمْ عَنْهُ	اس نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے ان میں اللہ کی اطاعت کرو کیونکہ بندوں میں سے
فَاِنَّهُ (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ	صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔
ثُمَّ قَالَتْ:	پھر فرمایا:
اَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوْا اَنِّيْ فَاطِمَةُ	لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں فاطمہ ہوں۔(۴۳)
وَاَبِيْ مُحَمَّدٌ ص	اور میرے پدر محمدؐ ہیں۔

۴۲۔ تہمت لگانے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے سورۃ نور آیت نمبر۲۳ میں فرمایا:

ان الذین یرمون المحصنات	جو لوگ بے خبر پاک دامن مؤمنہ عورتوں پر
الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا	تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں
و الآخرة ولهم عذاب عظيم	لعنت ہے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

۴۳۔ اصحاب کو علم تھا کہ فاطمہ کون ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی منزلت وعظمت اور فضائل کے بارے میں بہت سے فرامین سن چکے تھے۔ چنانچہ فرمایا: ⇐

اَقُوْلُ عَوْداً وَبَدْواً وَلَا اَقُوْلُ	میرا حرف آخر وہی ہوگا جو حرف اول ہے۔
مَا اَقُوْلُ غَلَطاً ،	میرے قول میں غلطی کا شائبہ تک نہ ہو گا (۴۴)
وَلَا اَفْعَلُ مَا اَفْعَلُ شَطَطاً ،	اور نہ میرے عمل میں لغزش کی آمیزش ہوگی۔

تشریح کلمات

شَطَطٌ : حق سے دوری۔

⇐ الفاطمۃسیدۃ نساء العالمین و سیدۃ نسآء اھل الجنۃ ۔ فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی (صحیح بخاری ج۱ص ۵۲۶ ۔۵۳۲طبع ہاشمی میرٹھ)	فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔
انما فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما آذاھا (صحیح مسلم ج۲صفحہ۲۹۰طبع نول کشور)	فاطمہ میرا ٹکرا ہے جو چیز فاطمہ کواذیت دے اس سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔
فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی ما اذاھا و ینصبنی ما انصبھا ھذا حدیث حسن صحیح (سنن ترمذی ج۲صفحہ۲۲۹طبع دیوبند)	فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس چیز نے فاطمہ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے فاطمہ سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۴۔ امام حاکم نے مستدرک علی الصحیحین جلد۳ صفحہ ۱۶۰طبع حیدر آباد دکن میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے:

ما رأیت احدا کان اصدق لھجۃ منھا الا ان یکون الذی ولدھا	میں نے فاطمہ سے راست گو کسی کو نہیں دیکھا۔ ہاں صرف ان کے والد کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں اس پر صحت کا حکم یوں لگایا ہے: ⇐

لَقَدْ جَاۤئَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَحِیْمٌ	تحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ تمہیں تکلیف میں دیکھنا اس پر شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں ہے۔ اور مومنین کیلئے نہایت شفیق و مہربان ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۸) (۴۵)
فَاِنْ تَعْزُوْهُ وَتَعْرِفُوْهُ تَجِدُوْهُ اَبِیْ دُوْنَ نِسَاۤئِکُمْ	اس رسول کو اگر تم نسب کے حوالے سے پہچاننا چاہتے ہو تو وہ میرے باپ ہیں تمہاری عورتوں میں سے کسی کا نہیں۔
وَ اَخَا ابْنِ عَمِّیْ دُوْنَ رِجَالِکُمْ	وہ میرے چچا زاد (علیؑ) کے بھائی ہیں، تمہارے مردوں میں سے کسی کا نہیں۔
وَلَنِعْمَ الْمَعْزِیُّ اِلَیْهِ	یہ نسبت کس درجہ باعثِ افتخار ہے۔
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ،	اللہ کی رحمت ہو ان پر اور ان کی آل پر۔

تشریح کلمات

عَنَتٌ : مشقت۔

تَعْزُوْ: نسبت دینا۔

☜ هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه	یہ حدیث مسلم کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔ (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۱ طبع دکن)

۴۵۔ اس آیت مبارکہ کے ذریعے سیدۃ کونین سلام اللہ علیہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ میں اس رسولؐ کی بیٹی ہوں جسے تمہیں تکلیف میں دیکھنا شاق گزرتا تھا۔ آج اس نبی کی بیٹی تکلیف میں ہے لیکن تمہیں اس کی پروا نہیں۔ وہ تمہاری بھلائی کا نہایت خواہاں تھے اور مومنین کے لئے نہایت شفیق و مہربان تھے۔ لیکن آج اس نبیؐ کی بیٹی کا کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا۔

فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعاً بِالنِّذَارَةِ	رسولؐ نے اللہ کے پیغام کو واشگاف انداز میں تنبیہ کے ذریعے پہنچایا۔(۴۶)
مَائِلاً عَنْ مَدْرَجَةِ الْمُشْرِكِيْنَ	آپ نے مشرکین کی راہ و روش کو پس پشت ڈالتے ہوئے
ضَارِباً ثَبَجَهُمْ آخِذاً بِأَكْظَامِهِمْ	ان پر کمرشکن ضرب لگا کر ان کی گردنیں مروڑ دیں
دَاعِياً اِلَى سَبِيْلِ رَبِّهِ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ،	پھر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف بلایا۔
يَكْسِرُ الْاَصْنَامَ وَيَنْكُتُ الْهَامَ	بتوں کو پاش پاش کردیا اور طاغوتوں کو اس طرح سرنگوں کیا
حَتَّى انْهَزَمَ الْجَمْعُ وَوَلَّوا الدُّبُرَ	کہ وہ شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

تشریح کلمات

صَادِعاً ،الصدع: کھلے طور سے اظہار کرنا۔

مَدْرَجَةٌ : راہ، مرکز۔

ثَبَجٌ : ہر چیز کا درمیانی حصہ۔ کاندھے اور پیٹھ کا درمیانی حصہ۔

يَنْكِتُ : سر کے بل گرانا۔ اَلْهَام: بزرگان قوم۔

۴۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نذیر و بشیر بنا کر بھیجا یعنی تنبیہ کرنے والا اور بشارت دینے والا۔ ان دونوں میں سے تنبیہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ تنبیہ کا مقصد خطرے سے بچانا ہے۔ خطرات سے بچنے کے بعد بشارت کی نوبت آتی ہے اس لئے فرمایا:

وقل انی انا النذیرالمبین (سورہ حجر آیت ۸۹)	کہہ دیجئے: میں واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں۔
واوحی الی هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ (سورہ انعام آیت ۱۹)	یہ قرآن بذریعہ وحی مجھ پر نازل کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمھاری تنبیہ کروں اور اس کی بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔

تَشْرَبُوْنَ الطَّرْقَ وَتَقْتَاتُوْنَ الْوَرَقَ ،	تم کیچڑ والے بدبودار پانی سے پیاس بجھاتے تھے،
اَذِلَّةً خَاسِئِيْنَ ،	اور گھاس پھونس سے بھوک مٹاتے تھے۔ تم (اس طرح) ذلت وخواری میں زندگی بسر کرتے تھے۔ (۵۰)
تَخَافُوْنَ اَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِكُمْ ،	تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ آس پاس کے لوگ تمہیں کہیں اچک نہ لیں.
فَاَنْقَذَكُمُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِمُحَمَّدٍ(ص) بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِيْ ،	ایسے حالات میں اللہ نے تمہیں محمدؐ کے ذریعے نجات دی۔ (۵۱)

تشریح کلمات

الطَّرْقُ: تعفن والا پانی۔ اونٹ کے پیشاب سے ملا ہوا پانی۔ تَقْتَاتُوْنَ: قوت سے یعنی غذا۔
خَاسِئِيْنَ، خَاسِئٌ: ذلیل۔ يَتَخَطَّفَكُم، الخطف: اچک کر لے جانا، اغوا کرنا۔
اَنْقَذَ: نجات بخشی۔

۵۰۔ اس بات کو مولائے متقیان حضرت علیؑ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

ان اللّٰه بعث محمداً صلی اللّٰه عليه وآله وسلم نذيراً للعالمين و اميناً على التنزيل و انتم معشر العرب على شر دين وفي شردار منيخون بين حجارة خشن و حيات صم، تشربون الكدر و تأكلون الجشب وتسفكون دمائكم وتقطعون ارحامكم	اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کو تنبیہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب !اس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے۔ کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ گدلا پانی پیتے تھے اور بدترین غذا کھاتے تھے۔ اپنا خون بہایا کرتے تھے اور قطع رحمی کرتے تھے۔
(نہج البلاغہ خطبہ ۲۶ طبع مصر)	

۵۱۔ اشارہ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۲۶ کی طرف ہے، جس میں فرمایا: ⇦

وَبَعْدَ اَنْ مُنِيَ بِبُهَمِ الرِّجَالِ	(اس سلسلے میں) انہیں زور آوروں،
وَذُؤْبَانِ الْعَرَبِ وَمَرَدَةِ اَهْلِ الْكِتَابِ،	عرب بھیڑیوں اور سرکش اہلِ کتاب کا مقابلہ کرنا پڑا۔
كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَاراً لِلْحَرْبِ	دشمن جب بھی جنگ کے شعلے بھڑکاتے
اَطْفَأَهَا اللهُ	اللہ انہیں بجھا دیتا۔
اَوْنَجَمَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ اَوْفَغَرَتْ	جب بھی کوئی شیطان سر اٹھاتا یا
فَاغِرَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ	مشرکین میں سے کوئی اژدھا منہ کھولتا،
قَذَفَ اَخَاهُ فِيْ لَهَوَاتِهَا	رسول اپنے بھائی (علیؑ) کو اس کے حلق کی طرف آگے کرتے تھے۔
فَلَا يَنْكَفِئُ حَتّٰى يَطَأَ صِمَاخَهَا	اور وہ (علیؑ) ان لوگوں کے غرور کو
بِاَخْمَصِهٖ	اپنے پیروں تلے پامال کیے بغیر
وَيُخْمِدَ لَهَبَهَا بِسَيْفِهٖ،	اور اپنی تلوار سے اس آتش کو فرو کیے بغیر نہیں لوٹتے تھے۔(۵۲)

تشریح کلمات

مُنِيَ: دوچار ہونا پڑا۔ بُهَمِ الرِّجَال: زور آور لوگ مَرَدَة: سرکش ۔ نَجَمَ: ظاہر ہونا
فَغَرَتْ: فاغرۃ، منہ کھولنے والا۔ لَهَوَات: حلق کا دھانا۔ لَايَنْكَفِئُ: نہیں لوٹتے تھے
صِمَاخ: کان کے سوراخ پر مارنا۔ اَخْمَص: تلوے کا وہ حصہ جو زمین سے نہ لگے پورا قدم بھی مراد لیتے ہیں
اخماد: خاموش کرنا۔

⇦ واذكروا اذ انتم قليل مستضعفون في الارض تخافون ان يتخطفكم الناس فآواكم وايدكم بنصره ورزقكم من الطيبات لعلّكم تشكرون.	وہ وقت یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تمہیں زمین میں کمزور سمجھا جاتا تھا اور تمہیں خوف رہتا تھا کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں تو اللہ نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہیں تقویت پہنچا دی اور تمہیں پاکیزہ روزی عطا کی تاکہ تم شکر کرو۔

۵۲۔اس سلسلہ میں خود حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ⇦

مَكْدُوداً فِي ذَاتِ اللهِ،	وہ راہ خدا میں جانفشاں،
مُجْتَهِداً فِيْ اَمْرِاللهِ ،	اللہ کے معاملے میں مجاہد (۵۳)،
قَرِيباً مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ،	رسول اللہ کے نہایت قریبی (۵۴)

تشریح کلمات

مَكْدُوْد: کدّ سے اسم مفعول جاں فشانی۔

⇦ ولقد واسيته بنفسي في المواطن التي تنكص فيها الابطال و تتأخر فيها الاقدام (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۵)	میں نے پیغمبرؐ کی مدد ان موقعوں پر کی جن موقعوں پر بہادر بھی بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرحِ نہج البلاغۃ میں جنگِ احد کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جنگِ احد میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زخمی ہو گئے تو لوگوں نے کہا: محمدؐ شہید ہو گئے۔ اس وقت مشرکین کے ایک لشکر نے دیکھا کہ پیغمبرؐ ابھی زندہ ہیں چنانچہ وہ حملہ آور ہوئے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: اے علی اس لشکر کو مجھ سے دور کرو۔ علیؑ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اسی طرح دوسرے اور تیسرے لشکر نے پھر رسولؐ اللہ پر حملہ کیا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے علیؑ! اس لشکر کو مجھ سے دور کرو۔ علیؑ نے اس لشکر کے سربراہ کو قتل کیا اور دور بھگا دیا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس موقع پر جبرئیل نے مجھ سے کہا: علیؑ کا یہ دفاع حقیقی مواساۃ اور مدد ہے۔ میں نے جبرائیل سے کہا: ایسا کیوں نہ ہو علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ جبرائیل نے کہا: میں آپ دونوں سے ہوں۔''

۵۳۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کے جسم اطہر پر صرف احد کی جنگ میں اسی (۸۰) زخم ایسے لگ گئے تھے کہ مرہم زخم کی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جاتا تھا۔

۵۴۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث تمام اسلامی مکاتب فکر کی بنیادی کتب میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

[لحمك لحمي و دمك دمي۔ انت مني بمنزلة هارون من موسى۔ علي مني و انا منه]

سَیِّداً فِیْ اَوْلِیَاءِ اللهِ	اور اولیاء اللہ کے سردار تھے۔ (۵۵)
مُشَمِّراً، نَاصِحاً، مُجِدّاً، کَادِحاً،	وہ (جہاد کیلئے) ہمہ وقت کمربستہ، امت کے خیر خواہ، عزم محکم کے مالک (اور) راہ حق میں جفاکش تھے۔
لَاتَأْخُذُهُ فِی اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ،	راہ خدا میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے
وَاَنْتُمْ فِیْ رَفَاهِيَةٍ مِنَ الْعَيْشِ	مگر تم ان دنوں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے،
وَادِعُوْنَ فَاكِهُوْنَ آمِنُوْنَ	نیز سکون اور خوشی میں امن و امان کے ساتھ رہتے تھے۔
تَتَرَبَّصُوْنَ بِنَا الدَّوَائِرَ	تم اس انتظار میں رہتے تھے کہ ہم پر مصیبتیں آئیں
وَتَتَوَكَّفُوْنَ الْاَخْبَارَ	اور تمہیں بری خبریں سننے کو ملیں۔

تشریح کلمات

مُشَمِّراً: کپڑے کو پنڈلیوں سے اوپر اٹھانا۔ کَادِح: جفاکش۔ وَادعون: آسودہ۔
فَاكِهُونَ: ہنسی مزاح۔ تَرَبُّصُ: انتظار۔ دَوَائِرُ: مصائب۔ تَتَوَكَّفُونَ: توقع رکھتے تھے۔

۵۵۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد اول ص۶۳ مطبوعہ بیروت میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا:

یا انس اسکب لی وضوأ فصلی رکعتین ثم قال یا انس یدخل علیك من ھذا الباب امیر المؤمنین و سید المرسلین وقائد الغر المحجلین و خاتم الوصیین	اے انس! وضو کے لئے پانی فراہم کرو۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر فرمایا: اے انس! اس دروازے سے تیرے پاس وہ شخص آئے گا جو مومنوں کا امیر، مسلمانوں کا سردار اور روشن چہرے والوں کے رہنما اور خاتم اوصیاء ہوگا۔

وَتَنۡكُصُونَ عِنۡدَ النِّزَالِ	تم جنگ کے وقت پسپائی اختیار کرتے تھے اور لڑائی میں راہِ فرار اختیار کرتے تھے۔ (۵۶)
وَتَفِرُّونَ مِنَ الْقِتَالِ	
فَلَمَّا اخۡتَارَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ دَارَ اَنۡبِيَائِهٖ	پھر جب اللہ نے اپنے نبیؐ کے لئے مسکن انبیاء اور برگزیدہ گان کی قرارگاہ (آخرت) کو پسند کیا۔
وَمَاۡوٰى اَصۡفِيَائِهٖ	

تشریح کلمات

نَکَص: پسپائی اختیار کی۔

نِزَالِ: مقابلہ۔ جنگ کا۔

۵۶۔ تاریخ کے ادنیٰ طالب علم پر بھی یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام کی فیصلہ کن جنگوں میں کن لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ قرآن کریم نے بھی اس بات کو اپنے صفحات پر اس انداز میں ثبت کیا ہے کہ بھاگنے والوں کے لیے عذر کی گنجائش باقی نہ رہے فرمایا:

اذ تصعدون ولا تلوون علی احد و الرسول یدعوکم فی اخراکم (سورہ آل عمران آیت ۱۵۳)	جب تم چڑھائی طرف بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے حالانکہ رسول تمہارے پیچھے تمہیں پکار رہے تھے۔

اس آیت میں والرسول یدعوکم "رسول تمہیں پکار رہے تھے" کا جملہ شاہد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار سن رہے تھے۔ اگر نہ سنتے تو یدعوکم کی تعبیر اختیار نہ فرماتا۔

یوم حنین کے بارے میں فرمایا:

لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین (سورہ توبہ آیت ۲۵)	تحقیق اللہ بہت سے مقامات پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تم کو غرور میں مبتلا کر دیا تھا مگر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ظَهَرَ فِيكُمْ حَسِيكَةُ النِّفَاقِ	تو تمہارے دلوں میں نفاق کے کانٹے نکل آئے (۵۷)
وَسَمَلَ جِلْبَابُ الدِّينِ	اور دین کا لبادہ تار تار ہو گیا۔
وَنَطَقَ كَاظِمُ الْغَاوِينَ	ضلالت کی زبانیں چلنے لگیں۔
وَنَبَغَ خَامِلُ الْأَقَلِّينَ	بے مایہ لوگوں نے سر اٹھانا شروع کیا،
وَهَدَرَ فَنِيقُ الْمُبْطِلِينَ فَخَطَرَ	اور باطل کے سرداروں نے گرجنا شروع کر دیا۔ (۵۸)
فِي عَرَصَاتِكُمْ	پھر وہ دم ہلاتے ہوئے تمہارے اجتماعات میں آ گئے۔

تشریح کلمات

حَسِيكَةُ: کانٹا۔ سَمَلَ: بوسیدہ ہو گیا۔
جِلْبَاب: قمیص، چادر۔ نَبَغَ: نبوغ ظاہر ہونا۔
خَامِلَ: گمنام پست آدمی۔ هَدَرَ: گرجنا، اونٹ کا بلبلانا۔
فَنِيقَ: سردار۔نر اونٹ۔ خَطَرَ: دم ہلایا۔

۵۷۔ صحیح بخاری کتاب الدیات میں حسب ذیل حدیث مروی ہے:

عن ابن عمر انه سمع النبیؐ یقول: لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض	عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: میرے بعد تم کافر مت بنو کہ ایک دوسرے کی گردن مارو۔

ابوذرعہ اپنے دادا حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

انصت الناس ثم قال: لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض	میرے بعد تم کافر مت بنو کہ ایک دوسرے کی گردن مارو۔

۵۸۔ حضرت علیؑ نے بھی اس وقت کے حالات پر اسی قسم کا تبصرہ فرمایا ہے: ⇐

وَ اَطْلَعَ الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ مَغْرِزِهِ هَاتِفاً بِكُمْ ،	شیطان بھی اپنی کمین گاہ سے سر نکالا اور تمہیں پکارنے لگا۔
فَاَلْفَاكُمْ لِدَعْوَتِهِ مُسْتَجِيبِيْنَ	اس نے تمہیں اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے پایا۔
وَ لِلْغِرَّةِ فِيهِ مُلاحِظِيْنَ ،	اور اس کے مکر وفریب کے لیے آمادہ و منتظر پایا۔
ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ فَوَجَدَكُمْ خِفَافاً	پھر شیطان نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے اٹھایا اور تمہیں سبک رفتاری سے اٹھتے دیکھا۔

تشریح کلمات

مَغْرِز: ڈسنے کی جگہ۔ کمین گاہ۔

اَلفَاکُم: پایا تم کو۔

اَلغِرَّۃِ: دھوکہ۔

⇦ الا و ان بليتكم قد عادت كهيئتها يوم بعث الله نبيكم صلى الله عليه و آله وسلم والذى بعثه بالحق لتبلبلن بلبلة ولتغربلن غربلة و لتساطن سوط القدر حتى يعود اسفلكم اعلاكم و اعلاكم اسفلكم وليسبقن سابقون كانوا قصروا و ليقصرن سباقون كانوا سبقوا (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۶ طبع مصر)	تمہیں جاننا چاہیے کہ تمہارے لیے وہی ابتلا پھر پلٹ آیا ہے جو رسولؐ کی بعثت کے وقت موجود تھا۔ اس ذات کی قسم جس نے رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا تم بری طرح تہ و بالا کیے جاؤ گے اور اس طرح چھانے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور تم اس طرح خلط ملط کیے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے) ہنڈیا۔ یہاں تک تمہارے ادنٰی لوگ اعلیٰ اور اعلیٰ لوگ ادنٰی ہوجائیں گے، جو پیچھے تھے وہ آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔

وَ اَحۡمَشَکُمۡ فَاَلۡفَاکُمۡ غِضَاباً ،	اس نے تمہیں بھڑکایا تو تم فوراً غضب میں آ گئے۔
فَوَسَمۡتُمۡ غَيۡرَ اِبِلِکُمۡ	تم نے اپنے نشان دوسروں کے اونٹوں پر لگا دیے (۵۹)
وَوَرَدۡتُمۡ غَيۡرَ مَشۡرَبِکُمۡ،	اور اپنے گھاٹ کی جگہ دوسروں کے گھاٹ سے پانی بھرنے کی کوشش کی۔(۶۰)
هٰذا وَالۡعَهۡدُ قَرِيۡبٌ وَالۡکَلۡمُ رَحِيۡبٌ	یہ تمہاری حالت ہے جبکہ ابھی عہد رسول قریب ہی گذرا ہے، زخم گہرا ہے (۶۱)
وَالۡجُرۡحُ لَمَّا يَنۡدَمِلُ	اور جراحت ابھی مندمل نہیں ہوئی۔
وَالرَّسُوۡلُ لَمَّا يُقۡبَرُ ، اِبۡتِدَاراً زَعَمۡتُمۡ خَوۡفَ الۡفِتۡنَةِ	ابھی رسولؐ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ تم نے فتنہ کا بہانہ بنا کر عجلت سے کام لیا۔

تشریح کلمات

اَحۡمَشَکُم : تمہیں بھڑکایا حس جوش دلایا۔ وَسَمۡتُم الوسم: نشان لگانا۔

اَلۡکلم: زخم۔ رَحِيۡبٌ : وسیع

۵۹۔ تم نے دوسروں کے اونٹوں پر اپنا نشان لگایا ہے یعنی دوسروں کے حقوق پر بے جا تصرف کیا ہے۔ واضح رہے کہ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ ہر مالک اپنے اونٹوں پر خاص قسم کی نشانی لگاتے تھے کہ مالک اپنے اونٹ کو پہچان سکے۔

۶۰۔ ہر قوم اور ہر قبیلہ اپنا اپنا گھاٹ مخصوص رکھتے تھے۔ اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ تم کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے تھا مگر تم نے دوسروں کے حقوق پر دست درازی کی ہے۔

۶۱۔ یعنی عہد رسالتؐ کو کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔

۶۲۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے پہلے مسندِ خلافت پر قبضہ کرنے کے عمل کی سرزنش کی جا رہی ہے۔ خلافت پر قبضہ کرنے والوں کی یہ توجیہ پیش کی کہ ہم نے فتنہ کے خوف سے تدفینِ رسولؐ پر خلافت ⇦

(اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ)	دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور جہنم نے ان کافروں کو گھیر رکھا ہے۔ (توبہ/۴۹)
فَهَيْهَاتَ مِنْكُمْ وَكَيْفَ بِكُمْ	تم سے بعید تھا کہ تم نے یہ کیسے سوچا؟
وَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ	تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ (۶۳)
وَكِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ،	حالانکہ کتابِ خدا تمہارے درمیان ہے، (۶۴)
اُمُوْرُهٗ ظَاهِرَةٌ	جس کے دستور واضح ،
وَاَحْكَامُهٗ زَاهِرَةٌ وَاَعْلَامُهٗ	احکام روشن،
بَاهِرَةٌ وَزَوَاجِرُهٗ لَائِحَةٌ وَاَوَامِرُهٗ	تعلیمات آشکار،
	تنبیہات غیر مبہم،
وَاضِحَةٌ،	اور اس کے اوامر واضح ہیں۔
وَقَدْ خَلَّفْتُمُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِكُمْ،	اس قرآن کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔
	کیا تم اس سے منہ موڑ لینا چاہتے ہو؟

⇦ کو ترجیح دی۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس کی رو سے جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں نے یہ عذر تراشا تھا کہ ہم نے جنگ میں اس لیے شرکت نہیں کی کہ رومی عورتوں پر فریفتہ ہو کر کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے ان کے جواب میں فرمایا تھا: الا فی الفتنه سقطوا دیکھو یہ فتنے میں پڑ چکے ہیں یعنی یہ عذر تراشی خود سب سے بڑا فتنہ ہے۔

۶۳۔ یعنی امامت و خلافت سے تمہارا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ عام انسان نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ مقام تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ تاریخی شواہد گواہ ہیں کہ عام مہاجرین اور انصار میں سے کسی کو اس بات میں شک نہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علیؑ کی ہوگی۔

(ملاحظہ فرمائیں: موفقیات ص ۵۸۰ طبع بغداد)

۶۴۔ تمام ادیان میں امامت کا جو مقام و معیار رہا ہے وہ قرآن پاک سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسلوں میں امامت کا سلسلہ قائم رہا تو کس اساس پر رہا۔

أَرَغْبَةً عَنْهُ تُرِيدُونَ أَمْ بِغَيْرِهِ تَحْكُمُونَ ؟

کیا تم اس کے بغیر فیصلے کرنے کے خواہاں ہو؟

بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ،

ظالموں کے لیے برا بدل ہے

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيناً فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ).

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا إِلَّا رَيْثَ أَنْ تَسْكُنَ نَفْرَتُهَا وَيَسْلَسَ قِيَادُهَا

پھر تمہیں خلافت حاصل کرنے کی اتنی جلدی تھی کہ خلافت کے بدکے ہوئے ناقہ کے رام ہونے اور مہار تھامنے کا بھی تم نے مشکل سے انتظار کیا (۶۵)

ثُمَّ أَخَذْتُمْ تُورُونَ وَقْدَتَهَا وَتُهَيِّجُونَ جَمْرَتَهَا

پھر تم نے آتشِ فتنہ کو بھڑکایا اور اس کے شعلے کو پھیلانا شروع کیا

تشریح کلمات

لَمْ تَلْبَثُوا، لبث: انتظار کرنا۔ ٹھہرے رہنا۔
رَيْثَما : بقدر۔
يَسْلَسَ، سلس: آسان ہونا۔
تُورُونَ: آگ بھڑکانا۔
وَقْدَة : شعلہ۔
جَمْرَةَ : چنگاری۔

۶۵۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا وصال سوموار کے دن ظہر کے وقت ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب، مغیرہ بن شعبہ کے ہمراہ آئے اور نبی کریمؐ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹا کر کہنے لگے: کیا گہری بے ہوشی ہے رسولؐ اللہ کی، مغیرہ نے کہا: حضور کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم فتنہ پرور آدمی ہو۔ رسولؐ اللہ منافقین کے خاتمہ تک زندہ رہیں گے (مسند امام احمد ج ۳ ص ۲۱۰)۔ اس وقت حضرت ابوبکر مدینہ سے باہر اپنے گھر "السنح" نامی جگہ پر تھے۔

مشہور مؤرخ ابن جریر طبری نے لکھا ہے: لما قبض النبیؐ کان ابوبکر غائباً فجأ بعد ثلاثة ایام ⇐

وَتَسْتَجِيْبُوْنَ لِهِتَافِ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ	اور تم شیطان کی گمراہ کن پکار پر لبیک کہنے لگے۔
وَاِطْفَاءِ اَنْوَارِالدِّيْنِ الْجَلِيِّ وَاِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ ،	تم دین کے روشن چراغوں کو بجھانے اور برگزیدہ نبی کی تعلیمات سے چشم پوشی کرنے لگے۔

تشریح کلمات

هِتَافِ : پکار۔

⇐ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر غائب تھے، تین دن بعد آئے''۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸ طبع مصر)

حضرت ابن ام مکتومؓ نے حضرت عمر کو یہ آیت پڑھ کر سنائی: وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم تو حضرت عمر نے اعتناء نہ کی۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر کو مسجد میں لوگوں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمر اس قدر بولتے رہے کہ منہ سے جھاگ نکلنے لگا (کنز العمال ج ۴ ص ۵۳ طبع دکن) جب حضرت ابوبکر اپنے گھر منخ سے آگئے تو انہوں نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی جو ابن ام مکتومؓ پہلے سنا چکے تھے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: کیا یہ آیت قرآن میں ہے؟ اور بعد ازاں مان گئے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے یعنی حضرت ابوبکر کے آنے کے بعد قبول کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت لینے کے بعد عام بیعت کے لئے وہ مسجدِ نبوی آگئے تو حضرت عباس اور حضرت علیؑ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے میں مصروف تھے (العقد الفرید ج ۴ ص ۲۵۸ طبع مطبعہ ازہریہ مصر)۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر جو حضرت ابوبکر کے نواسے اور جناب اسماء بنت ابی بکرؓ کے فرزند ارجمند ہیں روایت کرتے ہیں کہ ان ابابکر وعمر لم یشھدا دفن النبیؐ وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا ''حضرت ابوبکر وعمر دونوں جنازہ اور دفن رسولؐ میں حاضر نہیں ہوئے اور وہ دونوں انصار میں تھے اور حضورؐ ان دونوں کے واپس ہونے سے پہلے ہی دفن کر دیئے گئے'' (کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۰ طبع دکن)۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کی تدفین کے لیے بھی حاضر نہ ہوئے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ''ہمیں رسول اللہؐ کی تدفین کا علم بدھ کی رات کو ہوا''۔ (تاریخ طبری ۲ ص ۴۵۲ مطبعہ حسینیہ مصر)۔ اس سلسلہ میں مزید تحقیق کے لیے تاریخی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

تَشْرَبُوْنَ حَسْواً فِي ارْتِغَاءٍ	تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو پی جاتے ہو(٦٦)
وَتَمْشُوْنَ لِاَهْلِهٖ وَ وُلْدِهٖ فِي الْخَمَرِ وَالضَّرَاءِ	اور رسولؐ کی اولاد اور اہل بیتؑ کے خلاف خفیہ چالیں چلتے ہو۔ (٦٧)
وَنَصْبِرُ مِنْكُمْ عَلٰى مِثْلِ حَزِّ الْمُدٰى وَ وَخْزِ السِّنَانِ فِي الْحَشَاءِ	تمہاری طرف سے خنجر کے زخم اور نیزے کے وار کے باوجود ہم صبر سے کام لیں گے

تشریح کلمات

حَسْواً: تھوڑا تھوڑا کر کے پینا۔ الارْتِغَاء: دودھ سے جھاگ اتارنا۔
الخَمَر: چھپانا، خفیہ رکھنا۔ الضَّرَاءِ: گھنے درخت۔
الحزّ: کاٹنا۔ المَدیٰ: چھری، خنجر۔
وَخز: زخم لگانا۔

٦٦۔ ایک ضرب المثل مشہور ہے: ''دودھ کے برتن سے بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو پی جانا''۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو کسی کے لیے بظاہر کام کرتا دکھائی دے لیکن درحقیقت وہ اپنے مفاد میں کام کر رہا ہو۔

٦٧۔ حکومت کو تین گروہوں کی طرف سے مخالفت کا خدشہ تھا۔ انصار، بنی امیہ اور بنی ہاشم۔ مگر سب سے زیادہ بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ اس لیے اہل بیتؑ پر تشدد کیا گیا اور بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی کوئی منصب نہیں دیا گیا۔ البتہ انصار اور بنی امیہ کے ساتھ سمجھوتہ ہو گیا اور ان کو بھی اقتدار میں شریک کیا گیا ان کو بڑے کلیدی عہدوں سے نوازا۔ چنانچہ حبر الامت حضرت ابن عباسؓ نے حلب کی گورنری کی درخواست پیش کی لیکن یہ کہہ کر رد کر دی گئی کہ اگر ہم بنی ہاشم کو شریکِ اقتدار کریں تو وہ اسے اپنے مفاد میں استعمال کر سکتے ہیں جبکہ ابوسفیان نے حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں کہا تھا: انی لاری عجاجۃ لایطفئھا الا الدم ''میں اس قسم کا گرد و غبار دیکھ رہا ہوں جس کو صرف خون ہی ختم کر سکتا ہے'' لیکن برسر اقتدار افراد نے ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان کو شام کا والی بنا دیا اور اس کے مرنے کے فوراً بعد اس کے بھائی معاویہ کو والی بنا دیا گیا۔

وَ اَنْتُمُ الْاٰنَ تَزْعُمُوْنَ اَنْ لَا اِرْثَ لَنَا	اب تمہارا یہ خیال ہے کہ رسولؐ کی میراث میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔
اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ تَبْغُوْنَ	کیا تم لوگ جاہلیت کے دستور کے خواہاں ہو؟(٦٨)
(وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْماً لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْن ؟)	اور اہل یقین کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟
اَفَلَا تَعْلَمُوْنَ ؟ بَلٰى قَدْ تَجَلّٰى	کیا تم جانتے نہیں ہو؟
لَكُمْ كَالشَّمْسِ الضَّاحِيَةِ ـــــ	کیوں نہیں! یہ بات تمہارے لیے روزِ روشن کی طرح واضح ہے
اَنِّیْ اِبْنَتُهٗ !	کہ میں رسولؐ کی بیٹی ہوں۔
اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ ءَاُغْلَبُ عَلٰى اِرْثِيْ	مسلمانو! کیا میں ارث میں محرومی پر مجبور ہوں (٦٩)
يَا ابْنَ اَبِیْ قُحَافَةَ اَفِیْ كِتَابِ اللّٰهِ	اے ابو قحافہ کے بیٹے! کیا اللہ کی کتاب میں ہے کہ تمہیں اپنے باپ کی میراث
اَنْ تَرِثَ اَبَاكَ وَ لَا اَرِثَ اَبِیْ ؟!	مل جائے اور مجھے اپنے باپ کی میراث نہ ملے۔ (٧٠)
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً فَرِيّاً !	
اَفَعَلٰى عَمْدٍ تَرَكْتُمْ كِتَابَ اللّٰهِ	کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب اللہ کو ترک کیا
وَنَبَذْتُمُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِكُمْ ؟	اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے

٦٨۔ چونکہ جاہلیت میں لڑکی وارث نہیں بن سکتی تھی۔

٦٩۔ اس تعبیر میں کہ (کیا میں ارث سے محرومی پر مجبور و مغلوب ہوں؟) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ارث سے محرومی کے لئے منطق اور دلیل کی جگہ طاقت استعمال کی گئی ہے۔

٧٠۔ اس جملے میں میراث نہ ملنے کو ایک قسم کی اہانت قرار دیا ہے: اے مخاطب! کیا تو اس قابل ہے کہ اپنے باپ کا وارث بن جائے لیکن میں اس قابل نہیں ہوں کہ اپنے والد کی وارث بنوں؟۔

ترکۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل املاک بطور ترکہ چھوڑے:

* حوائط سبعہ سات احاطے * بنی نضیر کا قطعۂ ارضی * خیبر کے تین قلعے
* وادی قری کا ایک تہائی حصہ * مھزور (مدینہ میں بازار کی ایک جگہ) * فدک

حوائط سبعہ میں سے چھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف فرمایا تھا۔ بنی نضیر کی زمین میں سے کچھ عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور ابی دجانہؓ وغیرہ کو مرحمت فرمایا تھا۔ خیبر کے کچھ قلعے ازواج کو عنایت فرمائے اور فدک حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کو عنایت فرمائے اس سلسلہ میں مزید کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد دیگر افراد سے کوئی چیز واپس نہیں لی گئی۔ صرف فدک کو حضرت زہراء علیہا السلام کے قبضہ سے واپس لیا گیا۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کو حاکمِ وقت سے تین چیزوں کا مطالبہ تھا:

۱۔ ہبـــــہ۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: فدک رسول اللہؐ نے مجھے ہبہ کر کے دیا۔ جس پر حضرت ابو بکر نے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؑ نے حضرت ام ایمن، رسول کے غلام رباح اور حضرت علیؑ کو بطور گواہ پیش کیا لیکن یہ گواہ رد کر دیے گئے (ملاحظہ ہو فتوح البلدان ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

۲۔ ارث: یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تو صرف ایک راوی کی روایت کو بنیاد بنا کر یہ مطالبہ مسترد کیا گیا اور راوی بھی خود مدعی ہے۔

۳۔ سہم ذوالقربیٰ: حضرت فاطمہؑ نے اپنے والد کی میراث سے محرومیت کے بعد خمس میں سے سہم ذوالقربیٰ (یعنی رسول کے قرابتداروں کا حصہ) کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ بھی صرف ایک صحابی کی روایت کی بنیاد پر رد کیا گیا۔ حضرت ام ہانیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے سہم ذوالقربیٰ کا مطالبہ کیا تو حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ذوالقربیٰ کا حصہ میری زندگی میں تو ان کو ملے گا لیکن میری زندگی کے بعد ان کو نہیں ملے گا (ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۵ ص ۳۶۷)

إِذْ يَقُوْلُ:	جبکہ قرآن کہتا ہے
(وَ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ)،	اور سلیمان داؤد کے وارث بنے (۷۱)
وَقَالَ فِيْمَا اقْتَصَّ مِنْ خَبَرِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا إِذْ قَالَ:	اور یحییٰ بن زکریا کے ذکر میں فرمایا: جب انہوں نے خدا سے عرض کی:
(فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ)	پس تو مجھے اپنے فضل سے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے، (۷۲)

۷۱۔اس آیت مبارکہ کے اطلاق میں مالی میراث بھی شامل ہے، بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ یہاں وراثت سے مراد حکمت و نبوت نہیں ہے کیونکہ قرآن میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی میں ہی حکمت دے دی گئی تھی چنانچہ ارشاد رب العباد ہے:

و داؤد و سلیمان اذ یحکمٰن فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم و کنا لحکمهم شاهدین. ففهمنٰها سلیمان و کلاً آتینا حکماً و علماً	اور داؤد و سلیمان کو بھی (نوازا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت لوگوں کی بکریاں بکھر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ تو ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا
(سورۂ انبیاء آیت ۷۸۔۷۹)	

۷۲۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

انی خفت الموالی من ورائی و کانت امرأتی عاقراً فهب لی من لدنك ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب	میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے فضل سے مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے۔

ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اپنے رشتہ داروں سے نبوت کی میراث لے جانے کا خوف تو نہیں تھا کیونکہ نبوت ایسی چیز نہیں جسے رشتہ دار ناجائز طور پر لے جائیں۔ بلکہ یہاں یقیناً مالی وراثت مراد ہے۔
اس سلسلے میں امام شمس الدین سرخسی کا استنباط قابلِ توجہ ہے۔آپ اپنی معروف فقہی کتاب ''المبسوط'' ⇐

وَقَالَ :(وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ)	نیز فرمایا: اللہ کی کتاب میں خونی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ (۷۳)

--- جلد۱۲، صفحہ ۳۶ باب الوقف طبع دار الکتب العلمیہ بیروت میں لکھتے ہیں:

واستدل بعض مشايخنا رحمهم اللّه تعالى بقوله عليه الصلوة والسلام انا معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة فقالوا معناه ما تركناه صدقة لا يورث ذلك و ليس المراد ان اموال الانبياء عليهم الصلوة والسلام لا تورث وقد قال اللّه تعالى ﴿وورث سليمان داؤد﴾ وقال اللّه تعالى: ﴿فهب لى من لدنك وليا يرثنى و يرث من آل يعقوب﴾ فحاشا ان يتكلم رسول اللّه صلى الله عليه وسلم بخلاف المنزل فعلى هذا التاويل فى الحديث بيان ان لزوم الوقف من الانبياء عليهم الصلاة والسلام خاصة بناء على ان الوعد منهم كالعهد من غيرهم	ہمارے بعض اساتذہ نے وقف کے ناقابل تنسیخ ہونے پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: انا معاشر الانبیاء لا نورث مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو مال بعنوان صدقہ (وقف) چھوڑا ہے اس کا ہم سے کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے اموال کے وارث نہیں ہوتے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وورث سليمان داؤد نیز فرمایا: فهب لى من لدنك وليا يرثنى و يرث من ال يعقوب پس ممکن نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف بات کریں۔ حدیث کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف سے وقف کا ناقابل تنسیخ ہونا ایک خصوصی بات ہے کیونکہ انبیاء کے ''وعد'' دوسرے لوگوں کے ''معاہدے'' کی طرح ہیں''۔

۷۳۔ اس آیت میں وراثت کا ایک اصول صریح لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خونی رشتہ دار وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس سے پہلے انصار و مہاجرین میں باہمی توارث کا حکم نافذ تھا جو اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔

وَقَالَ :

نیز فرمایا:

(یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ).

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں ہدایت فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (۷۴)

وَقَالَ :

نیز فرمایا:

(اِنْ تَرَکَ خَیْرًا اِلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ)

اگر مرنے والا مال چھوڑ جائے، تو اسے چاہئے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے مناسب طور پر وصیت کرے۔ (۷۵)

وَزَعَمْتُمْ اَنْ لَاحُظْوَۃَ لِیْ وَلَا اِرْثَ مِنْ اَبِیْ وَلَا رَحِمَ بَیْنَنَا ؟!

اس کے باوجود تمہارا خیال ہے کہ میرے باپ کی طرف سے میرے لیے نہ کوئی وقعت ہے نہ ارث اور نہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ۔

اَفَخَصَّکُمُ اللّٰہُ بِاٰیَۃٍ اَخْرَجَ مِنْھَا اَبِیْ ؟

کیا اللہ نے تمہارے لیے کوئی مخصوص آیت نازل کی ہے جس میں میرے والد گرامی شامل نہیں ہیں؟

اَمْ ھَلْ تَقُوْلُوْنَ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ لَایَتَوَارَثَانِ ؟

کیا تم یہ کہتے ہو کہ دو مختلف دین والے باہم وارث نہیں بن سکتے۔

تشریح کلمات

حُظْوَۃ : عزت، منزلت۔

۷۴۔ اولاد کی میراث کے بارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس صریح ہدایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔

۷۵۔ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے بارے میں ارث کے باوجود وصیت کی تاکید ہے چونکہ والدین ہر صورت میں وارث ہیں تو جہاں میراث کے باوجود وصیت کا حکم ہے وہاں اصل میراث سے محروم کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اَوَلَسْتُ اَنَا وَ اَبِی مِنْ اَهْلِ مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ ؟	کیا میں اور میرے والد ایک ہی دین سے تعلق نہیں رکھتے ؟
اَمْ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِخُصُوْصِ الْقُرْاٰنِ وَعُمُوْمِهٖ مِنْ اَبِی وَابْنِ عَمِّی ؟	کیا میرے باپ اور میرے چچازاد (علیؑ) سے زیادہ تم قرآن کے عمومی و خصوصی احکام کا علم رکھتے ہو۔ (۷۶)

۷۶۔ جناب سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے میراث کی چار صورتیں بتائی ہیں جن کے مطابق آپ ارث سے محروم رہ سکتی تھیں۔

پہلی صورت: یہ کہ درمیان میں کوئی رشتہ نہ ہو لا رحم بیننا۔

دوسری صورت: یہ کہ قرآنی آیت سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو کہ ان کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

تیسری صورت: یہ کہ اگر دونوں رشتہ دار ایک دین سے تعلق نہ رکھتے ہوں تو آپس میں وارث نہ بن سکیں گے۔

چوتھی صورت: یہ کہ میراث کے بارے میں قرآن کے عمومی حکم کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود ہو۔

پہلی صورت سب کے لئے واضح ہے کہ جناب فاطمۃ الزہراءؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

دوسری صورت بھی واضح ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے۔

تیسری صورت بھی واضح ہے کہ (باپ اور بیٹی) دونوں ایک ہی دین (اسلام) سے تعلق رکھتے ہیں۔

چوتھی صورت یہ تھی کہ کسی خاص ارث کے بارے میں قرآن کے حکم کی عام دلیل سے تخصیص ہوگئی ہو۔

اس چوتھی صورت کے بارے میں جناب فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا یہ استدلال فرماتی ہیں کہ اگر میراث کے قرآنی حکم کی تخصیص ہوگئی ہوتی تو اس کا واحد ماخذ میرے پدر بزرگوار ہیں۔ کیا تم ان سے زیادہ جانتے ہو؟ ان کے بعد میرے ابن عم (علی ابن ابی طالبؑ) قرآنی علوم کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آیا تم ان سے بھی زیادہ جانتے ہو؟

واضح رہے کہ آیت وانذر عشیرتك الاقربین (سورہ شعراء آیت ۲۱۴) ''اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو تنبیہ کیجئے'' کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرضِ عینی ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کے متعلقہ احکام بیان فرمائیں۔ یہاں نہ اللہ کے رسول اس حکمِ قرآنی کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ کو میراث کا حکم تعلیم نہ فرمائیں نہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ اپنے باپ کے حکم کی نافرمانی کر سکتی

فَدُوْنَكَهَا مَخْطُوْمَةً مَرْحُوْلَةً	لے جاؤ! (میری وراثت کو) اس آمادہ سواری کی طرح جس کی مہار ہاتھ میں ہو۔
تَلْقَاكَ يَوْمَ حَشْرِكَ ،	تمہارے ساتھ حشر میں میری ملاقات ہوگی
فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ وَالزَّعِيْمُ مُحَمَّدٌ	جہاں بہترین فیصلہ سنانے والا اللہ ہوگا اور محمدؐ کی سرپرستی ہوگی
وَالْمَوْعِدُ الْقِيَامَةَ ، وَعِنْدَ السَّاعَةِ	اورعدالت کی وعدہ گاہ قیامت ہوگی، جب قیامت کی گھڑی آئے گی
يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ	تو باطل پرست خسارہ اٹھائیں گے
وَلَا يَنْفَعُكُمْ اِذْ تَنْدَمُوْنَ	اس وقت ندامت سے کوئی فائدہ نہیں ملے گا،

تشریح کلمات

مَخْطُوْمَةً : الخطام نکیل ڈالنا۔

مَرْحُوْلَةً: کجاوہ باندھا ہوا آمادہ اونٹ۔

⇦ ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے باوجود میراث کا مطالبہ کریں۔

یہ بھی واضح رہے کہ میراثِ رسولؐ کے بارے میں خود مدعی کے علاوہ کوئی اور شاہد یا راوی موجود نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

واختلفوا فی میراثه فما وجدوا عند احد من ذلك علما فقال ابوبكر سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں اختلاف ہوا تو اس بارے میں کسی کے پاس کوئی علم نہ تھا صرف ابوبکر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: ہم انبیاء وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

(کنز العمال ج۱۶ص۳۱۲ رقم ۵۲۲۲ طبع حیدرآباد دکن)

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی الحدید بغدادی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث نہ بننے کی روایت صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی ہے۔

وَ (لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ)

ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔(۷۷)

(مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ)

کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہونے والا ہے۔(۷۸)

ثُمَّ رَمَتْ بِطَرْفِهَا نَحْوَ الْاَنْصَارِ فَقَالَتْ:

پھر انصار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْفِتْيَةِ وَاَعْضَادَ الْمِلَّةِ وَحَضَنَةَ الْاِسْلَامِ!

اے بزرگو اور ملت کے بازوؤ اور اسلام کے نگہبانو! (۷۹)

مَا هٰذِهِ الْغَمِيْزَةُ فِيْ حَقِّيْ وَالسِّنَةُ عَنْ ظُلَامَتِيْ؟

میرے حق میں اس حد تک تساہل، مجھے میرا حق دلانے میں اتنی کوتاہی کا کیا مطلب؟

اَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ص اَبِيْ يَقُوْلُ: اَلْمَرْءُ يُحْفَظُ فِيْ وُلْدِهِ

کیا اللہ کے رسول اور میرے پدر بزرگوار یہ نہیں فرماتے تھے: کہ شخصیت کا احترام اس کی اولاد کے احترام کے ذریعے برقرار رکھا جاتا ہے؟

تشریح کلمات

طَرَفٌ: نگاہ۔ الفِتيَةُ: قوم کے با اثر افراد۔ حَضَنَةَ: نگہبان۔

غَمِيزَةٌ: عقل و علم میں تساہل و کمزوری۔ سِنَةٌ: اونگھ، کوتاہی۔

۷۷۔ سورہ انعام آیت ۶۷۔

۷۸۔ سورہ زمر آیت ۴۰۔

۷۹۔ انصار کے متعلق حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

هم والله ربوا الاسلام كما يربى الفلو مع غنائهم بايديهم السباط و السنتهم السلاط (نہج البلاغہ ج ۳ حکمت نمبر ۴۶۵)

خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

سَرْعَانَ مَا اَحْدَثْتُمْ وَعَجْلَانَ	کس سرعت سے تم نے بدعت شروع کر دی
ذَا اِهَالَۃً	اور کتنی جلدی اندر کی غلاظت باہر نکل آئی۔
وَلَکُمْ طَاقَۃٌ بِمَا اُحَاوِلُ وَقُوَّۃٌ عَلٰی	حالانکہ تم میری کوششوں میں تعاون کر سکتے تھے
مَا اَطْلُبُ وَاُزَاوِلُ	اور میرے مطالبے کی تائید و حمایت کر سکتے تھے۔
اَتَقُوْلُوْنَ مَاتَ مُحَمَّدٌ(ص) ؟	کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ محمدؐ اس دنیا میں نہیں رہے (لہٰذا ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی)؟
فَخَطْبٌ جَلِیْلٌ اِسْتَوْسَعَ وَهْیُهٗ	ان کی رحلت عظیم سانحہ ہے، جس کی دراڑ کشادہ ہے،
وَاسْتَنْهَرَ فَتْقُهٗ وَانْفَتَقَ رَتْقُهٗ ،	اس کا شگاف اتنا چوڑا ہے جسے بھرا نہیں جا سکتا۔

تشریح کلمات

عَجْلَانَ ذَا اِهَالَۃً: کتنی جلدی اس کی چربی نکل آئی۔

کہتے ہیں ایک شخص کا ایک لاغر بکرا تھا جس کی ناک سے برابر چھینک نکلتی رہتی تھی۔ لوگ اس سے پوچھتے یہ کیا ہے؟ تو وہ جواب دیا کرتا تھا کہ یہ بکرے کی چربی ہے جو اس کی ناک سے بہہ رہی ہے۔ یہاں سے یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی کہ ہر اس بات کے لیے جس میں تیزی سے تبدیلی آتی ہے۔

اُزَاوِلُ : المزاولة کوشش کرنا۔ الخَطْبُ: عظیم سانحہ۔

وَهْیُهٗ: اَلْوَهْی: شگاف۔ اَسْتَنْهَرَ: وسیع ہوگیا۔

فَتْقُهٗ: اس کا شگاف۔ رَتْقُهٗ، الرتق: جوڑنا۔

اُظْلِمَتِ الْاَرْضُ لِغَيْبَتِهٖ	ان کی رحلت سے زمین پر اندھیرا چھا گیا
وَكُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَانْتَثَرَتِ النُّجُوْمُ لِمُصِيْبَتِهٖ	نیز سورج اور چاند کو گرہن لگ گیا، ستارے بکھر گئے،
وَ اَكْدَتِ الْاٰمَالُ وَخَشَعَتِ الْجِبَالُ	امیدیں یاس میں بدل گئیں، اور پہاڑ شکست و ریخت سے دوچار ہو گئے۔
وَ اُضِيْعَ الْحَرِيْمُ وَ اُزِيْلَتِ الْحُرْمَةُ عِنْدَ مَمَاتِهٖ ،	حضور کی رحلت کے موقع پر نہ تو حرمِ رسول کو تحفظ ملا اور نہ ہی حرمتِ رسول کا لحاظ رکھا گیا۔(۸۰)
فَتِلْكَ وَاللّٰهِ النَّازِلَةُ الْكُبْرٰى وَالْمُصِيْبَةُ الْعُظْمٰى	بخدا یہ بہت بڑا حادثہ تھا اور عظیم مصیبت تھی۔

تشریح کلمات

اِنْتَثَرَتِ: پراکندہ ہوئی، پھیل گئی۔

اَكْدَتِ: کسی چیز کو ہاتھ سے چھیننا۔

۸۰۔ستم بالائے ستم یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؑ کے گھر کو آگ لگانے کی جسارت کی گئی کہ جس دروازے پر پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز صبح آیت تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے چنانچہ مہاجرین کی چند شخصیات جو حضرت ابو بکر کی بیعت سے راضی نہ تھے وہ حضرت علیؑ کے ہاں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہو گئے (تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۲۶طبع بیروت، تاریخ ابوالفداء ج۱ص۶۴طبع مصر) حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ جا کر انہیں حضرت فاطمہ کے گھر سے نکالیں۔ اوران سے کہا کہ اگر وہ نہ نکلیں تو گھر کو جلا دو، وہ آگ لے کر دروازہ زہراء پر پہنچ گئے کہ گھر کو آگ لگا دیں۔تو گھر سے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: کیا تو ہمارا گھر جلانے آیا ہے؟ کہا: ہاں! مگر یہ کہ آپ لوگ بھی داخل ہو جائیں، جس میں امت داخل ہو گئی ہے۔ (انساب الاشراف ج۱ص۵۸۶طبع بیروت، کنز العمال ج۱ص۵۸۶، ج۳ص۱۴۰طبع دکن، العقد الفرید ج۲ص۶۴طبع قاہرہ)۔ ⇐

لَامِثْلُهَا نَازِلَةٌ وَلَابَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ	نہ اس جیسا کوئی دل خراش واقعہ کبھی پیش آیا نہ اتنی بڑی مصیبت واقع ہوئی۔(۸۱)

تشریح کلمات

بَائِقَةٌ : مصیبت ۔

⇦ چنانچہ امام بلاذری کی مشہور کتاب انساب الاشراف میں یہی واقعہ ان الفاظ میں آیا ہوا ہے:

فتلقته فاطمة على الباب فقالت فاطمة: يا ابن الخطاب اتراك محرقا على بابي؟ قال: نعم	اے ابن خطاب! کیا تو میرا دروازہ جلانے والا ہے؟ کہا: ہاں۔

تاریخ یعقوبی میں یہ واقعہ ان لفظوں میں بیان ہوا ہے:

فاتوا جماعة هجموا على الدار ... و كسر سيفه..اى سيف على و دخلوا الدار (تاریخ یعقوبی ج۲ص۱۲۶)	ایک جماعت نے گھر پر حملہ کیا اور حضرت علیؑ کی تلوار توڑ دی۔ پھر گھر میں داخل ہوگئی۔

امام ابوبکر جوہری اپنی بیش بہا تصنیف ''السقيفة و فدك'' میں یوں رقم طراز ہیں:

وخرجت فاطمة تبكي وتصيح فنهنهت من الناس (السقیفۃ وفدک صفحہ ۸۸ طبع مکتبۃ الحدیثۃ نینوی، ۔شرح ابن ابی الحدید ج اص۱۳۴ طبع مصر)	حضرت فاطمہؑ گھر سے روتی ہوئی اور فریاد کرتی ہوئی نکلیں اس کے بعد آپ نے لوگوں سے دوری اختیار کی۔

حضرت ابوبکر نے اپنی وفات سے تھوڑا پہلے اس سانحہ پر اظہارِ ندامت کیا تھا خود ان کے الفاظ یہ ہیں:

وددت انى لم اكشف بيت فاطمة عن شئى وان كانوا قد اغلقوه على الحرب (تاریخ الطبری ج ۴ص۵۲۱۹، طبع مصر، تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲ صفحہ ۲۰۱ طبع قاہرہ، کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۳۵ طبع دکن)	کاش کہ میں نے فاطمہ کے گھر پر حملہ نہ کیا ہوتا اگرچہ وہ جنگ کے لئے ہی جمع ہو گئے ہوتے۔

۸۱۔ یہ جملے حرمِ رسول کی اہانت سے متعلق ہیں۔

اَعۡلَنَ بِهَا كِتَابُ اللهِ جَلَّ ثَنَائُهُ فِى	اللہ کی کتاب نے تو اس کا پہلے اعلان کر دیا ہے (۸۲)
اَفۡنِيَتِكُمۡ هِتَافًا وَصُرَاخًا وَتِلَاوَةً وَاَلۡحَانًا	جسے تم اپنے گھروں میں بلند اور دھیمی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرتے ہو
وَلَقَبۡلَهٗ مَاحَلَّ بِاَنۡبِيَاءِ اللهِ وَرُسُلِهٖ ،	ایسا اعلان جس سے سابقہ انبیا و رُسل کو دوچار ہونا پڑا ہے جو ایک حتمی فیصلہ
حُكۡمٌ فَصۡلٌ وَقَضَاءٌ حَتۡمٌ	اور قطعی حکم ہے (۸۳) (وہ اعلان یہ ہے)

تشریح کلمات

اَفۡنِيَتِكُمۡ : جمع فناء المنزل. گھر کے آس پاس۔

۸۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد لوگوں کے الٹے پاؤں پھر جانے سے متعلق قرآن مجید کی پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے۔

۸۳۔ یعنی یہ ایک حتمی اور قطعی واقعہ ہے کہ ہر امت اپنے رسول کی وفات کے بعد الٹے پاؤں پھر گئی جیسا کہ سورۃ مریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر کے بعد فرمایا:

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم وممن حملنا مع نوح ومن ذرية ابراهيم و اسرائيل و ممن هدينا و اجتبينا اذا تتلى عليهم آيات الرحمن خروا سجدا و بكيا ۞ فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة و اتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا ۞ (سورۂ مریم آیت ۵۸۔۵۹)	یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ اولاد آدم میں سے اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں اٹھایا۔ اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد میں سے۔ اور ان لوگوں میں سے جنہیں ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا، جب ان پر رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی پس وہ عنقریب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

مندرجہ بالا آیت میں تمام انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر آیا ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام تین سلسلوں میں آئے ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ۔ ان کے ساتھ دیگر برگزیدہ ہستیوں کا بھی ذکر آیا ⇦

(وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ	اور محمدؐ تو بس رسول ہیں ان سے پہلے
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ	اور بھی رسول گذر چکے ہیں بھلا اگر یہ
اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ	وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو
عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ	کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو
يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ	الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی
يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا	نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ شکر
وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ)	گزاروں کو عنقریب جزا دے گا۔(۸۴)

⇐ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے اس جامع ذکر کے بعد یوں استثناء فرما دیا کہ ان کے بعد ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے۔

۸۴۔ اِنْقَلَبَ منقلب ہونا الٹے پاؤں پھر جانا کے معنوں میں آتا ہے جس سے مرتد ہونا بھی مراد لیا جاتا ہے جیسا کہ تحویل قبلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب	تا کہ پہچان لے کہ رسول کے اتباع کرنے
على عقبيه (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۳)	والے کون ہیں اور مرتد ہونے والے کون ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

يا ايها الذين امنوا ان تطيعوا الذين	اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کی
كفروا يردوكم على اعقابكم	اطاعت کی تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں گے (مرتد
(سورۂ آل عمران آیت ۱۴۹)	بنا دیں گے)

شیخ رشید رضا مصری نے اس آیۂ مجیدہ کے ذیل میں حافظ ابن قیم الجوزیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ: یہ آیت رسول اللہؐ کی وفات سے پہلے تمہیداً نازل ہوئی ہے اور اس آیت کے ذریعہ جن لوگوں کی تنبیہ کی گئی تھی وہ وفات رسولؐ کے موقع پر ظاہر ہوا چنانچہ جس نے مرتد ہونا تھا وہ الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو گیا اور سچے لوگ اپنے دین پر قائم رہے۔(تفسیر المنار ج۴ ص۱۶۰ طبع مصر)

بعض کا الٹے پاؤں پھر جانا

حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے خطبے میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا کہ "تم اللہ تعالیٰ کے بندے ہو اس کے امر و نہی میں مخاطب تم ہو اور اللہ کے دین اور وحی کے تم ذمے دار ہو تم اپنے نفسوں پر امین ہو۔ دیگر اقوام

کے لئے مبلغ بھی تم ہو"۔

اور انصار کے بارے میں فرمایا:

"تم ملت کے بازو ہو اسلام کے نگہبان ہو۔ خیر و صلاح میں تم معروف ہو جنگیں تم نے لڑی ہیں"

لیکن افسوس جناب سیدہ آج مہاجرین و انصار دونوں سے نالاں ہیں۔ یہاں آپ کو عہدِ رسولؐ اور بعد از رسولؐ زماں ایک نمایاں فرق نظر آئے گا جو مہاجرین و انصار زمانہ رسولؐ میں ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے مگر آج پیغمبر کی لختِ جگر جناب سیدۃ نسآء العالمین ان سے ناراض ہیں۔ دراصل مسئلہ "بعدی" کا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعدد احادیث میں آیا ہے کہ آپ نے بعض صحابہ سے خطاب کر کے فرمایا: ما تحدثون بعدی میرے بعد کیا کچھ محدثات پیدا کرنے والے ہو۔ حضرت رسول اللہ سے کہا جائے گا لا تدری ما احدثوا بعدك۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا حادثے ایجاد کئے۔ چنانچہ حدیثِ حوض میں موجود ہے کہ قیامت کے دن حوضِ کوثر سے بعض لوگوں کو دور کیا جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے یہ تو میرے اصحاب ہیں! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی: لا تدری ما احدثوا بعدك آپ کو کیا معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا ہے۔(۱) صحیح بخاری باب الحوض ج۱ ص۵۷۰ طبع میرٹھ، صحیح مسلم ج۲ صفحہ ۲۴۹ طبع نول کشور، سنن ترمذی ابواب القیامۃ ج۲ ص۳۰۶ طبع دیوبند، سنن ابن ماجہ ص۱۴۱ طبع دہلی

امام مالک نے موطا میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں خطاب کر کے صراحت کے ساتھ یہی مطلب بیان فرمایا ہے:

ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لشهداء احد: هؤلاء اشهد علیهم فقال ابوبکر الصدیق السنا یا رسول اللّٰه اخوانهم اسلمنا کما اسلموا وجاهدنا کما جاهدوا فقال رسول اللّٰه: بلی، ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم قال ائنا لکائنون بعدك. (مؤطا امام مالک کتاب الجہاد ص۲۸۵ طبع مکتبہ رحیمیہ دیوبند)	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں کے متعلق میں گواہی دوں گا (کہ ان کا ایمان صحیح تھا) ابوبکر صدیق نے کہا: یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم بھی اسلام لے آئے ہیں جس طرح یہ اسلام لائے ہیں اور ہم نے بھی جہاد کیا ہے جس طرح انہوں نے جہاد کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ہاں! لیکن مجھے کیا معلوم تم میرے بعد کیا کچھ کرو گے۔ اس پر ابوبکر رو پڑے اور کہا: کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہ جائیں گے۔"

اَیُّهَا بَنِی قَیْلَةَ اُهْضَمُ تُرَاثَ اَبِی ؟	تم سے بعید تھا اے قیلہ کے فرزندو(۸۵) (کہ) میرے باپ کی میراث مجھ سے چھینی جائے
وَ اَنْتُمْ بِمَرْاٰیً مِنِّی وَمَسْمَعٍ	اورتم سامنے کھڑے دیکھ رہے ہو، میری آنکھوں کے سامنے
وَ مُنْتَدیً وَمَجْمَعٍ ،	بھرے مجمعوں اور محفلوں کے سامنے
تَلْبَسُكُمُ الدَّعْوَةُ وَتَشْمَلُكُمُ الْخُبْرَةُ	میری دعوت تم تک پہنچ چکی ہے میرے حالات سے تم آگاہ ہو

تشریح کلمات

اَیُّهَا ، اسم فعل :هیهات دور ہونا۔ مُنْتَدیً : محفل۔

علامہ جلال الدین سیوطی درجِ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"هؤلاء اشهد عليهم" اى اشهد لهم بالايمان الصحيح والسلامة من الذنوب الموبقات ومن التبديل و التغيير و المنافسة و نحو ذلك.	نبی اکرم نے جو فرمایا میں ان شہداء کے متعلق گواہی دوں گا یعنی: ان کا ایمان صحیح تھا اور بڑے مہلک گناہوں سے محفوظ تھے اور کسی تبدیلی وتغیراور دنیا کے لالچ سے بھی محفوظ تھے۔

(تنویر الحوالک شرح موطاامام مالک ج ۱صفحہ ۳۰۷ طبع قاہرہ)

علامہ ابوبکر سمہودی نے بھی اس واقعہ کو بعنوان شهادة الرسول لشهداء احد کے ذیل میں لکھا ہے:

ثم وقف رسول اللّه موقفاً آخر فقال هؤلاء اصحابى الذين اشهدلهم يوم القيمة فقال ابو بكر: فما نحن باصحابك فقال بلى ولكن لا ادرى كيف تكونون بعدى انهم خرجوا من الدنيا خماصاً	پھر رسول اللہ دوسری جگہ (لاشوں کے پاس) کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ میرے وہ اصحاب ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن گواہی دوں گا۔ پس ابوبکر نے کہا: کیا ہم آپ کے اصحاب نہیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں نہیں جانتا میرے بعد تمہارا کردار کیسے ہو گا۔ یہ لوگ دنیا سے خالی شکم گئے ہیں۔

(وفاء الوفاء ج ۳ صفحہ ۹۳۱ طبع بیروت)

۸۵۔قیلة :قبیلہ اوس اور خزرج کا سلسلۂ نسب جس نامدار خاتون تک پہنچتا ہے اس کا نام قیلہ تھا۔

وَاَنۡتُمۡ ذَوُوالۡعَدَدِ وَالۡعُدَّةِ وَالۡاَدَاةِ	اورتم تعداد و استعداد سامان حرب اور
وَالۡقُوَّةِ وَعِنۡدَکُمُ السِّلَاحُ وَالۡجُنَّةُ	قوت میں کمزور نہیں ہو، تمہارے پاس کافی اسلحہ اور دفاعی سامان موجود ہے
تُوَافِيۡكُمُ الدَّعۡوَةُ فَلَا تُجِيۡبُوۡنَ	میری پکار تم تک پہنچ رہی ہے اور چپ سادھے ہوئے ہو
وَتَأۡتِيۡكُمُ الصَّرۡخَةُ فَلَا تُغِيۡثُوۡنَ	میری فریاد تم سن رہے ہو اور فریاد رسی نہیں کرتے ہو حالانکہ بہادری میں
وَاَنۡتُمۡ مَوۡصُوۡفُوۡنَ بِالۡكِفَاحِ ،	تمہاری شہرت ہے
مَعۡرُوۡفُوۡنَ بِالۡخَيۡرِ وَالصَّلَاحِ ،	اور خیر و صلاح میں تم معروف ہو
وَالنُّخۡبَةُ الَّتِيۡ اُنۡتُخِبَتۡ وَالۡخِيَرَةُ الَّتِيۡ	تم وہ برگزیدہ لوگ ہو جو ہم اہل البیت کے لئے پسندیدہ
اُخۡتِيۡرَتۡ لَنَا اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ،	لوگوں میں شمار ہوتے ہو۔
قَاتَلۡتُمُ الۡعَرَبَ وَتَحَمَّلۡتُمُ الۡكَدَّ وَالتَّعَبَ	عربوں کے خلاف جنگ تم نے لڑی اذیت اور سختیاں تم نے برداشت کیں
وَنَاطَحۡتُمُ الۡاُمَمَ وَكَافَحۡتُمُ الۡبُهَمَ ،	دیگر اقوام کے ساتھ نبرد آزما تم ہوئے جنگجوؤں کا مقابلہ تم نے کیا (۸۶)

تشریح کلمات

اَلۡجُنَّةُ: ڈھال۔ کِفَاحِ : ڈھال اور زرہ کے بغیر لڑنا۔

اَلنُّخۡبَةُ : چیدہ لوگ۔

نَاطَحۡتُمۡ: ایک دوسرے کو سینگ مارا۔

۸۶۔ زرارہ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

فرزندان قیلہ (انصار) کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی تلواریں اٹھائی جا سکیں اور نماز اور جنگ میں صفیں باندھی گئیں اور علناً اذان دی گئی اور یا ایھا الذین امنوا پر مشتمل آیتیں نازل ہونا شروع ہو گئی۔ (ملاحظہ فرمائیں بحار الانوار ج ۲۲ صفحہ ۳۱۲ طبع بیروت)

لَا نَبْرَحُ اَوْ تَبْرَحُوْنَ نَاْمُرُكُمْ فَتَأْتَمِرُوْنَ	تم ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہم تمہارے ساتھ رہے اور تم نے ہمارے احکام کی تعمیل کی
حَتّٰى اِذَا دَارَتْ بِنَا رَحَى الْاِسْلَامِ	یہاں تک جب ہمارے ذریعے اسلام اپنے محور میں گھومنے لگا
وَدَرَّ حَلَبُ الْاَيَّامِ	اور اس کی برکتیں فراواں ہوگئیں۔
وَخَضَعَتْ نَعْرَةُ الشِّرْكِ	شرک کا نعرہ دب گیا
وَسَكَنَتْ فَوْرَةُ الْاِفْكِ	جھوٹ کا زور ٹوٹا
وَخَمِدَتْ نِيْرَانُ الْكُفْرِ	کفر کی آگ بجھی
وَهَدَأَتْ دَعْوَةُ الْهَرْجِ ،	فتنے کی آواز دب گئی
وَاسْتَوْسَقَ نِظَامُ الدِّيْنِ	اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا
فَاَنّٰى حِرْتُمْ بَعْدَ الْبَيَانِ	تو اب حقیقت واضح ہونے کے بعد متحیر کیوں ہو
وَاَسْرَرْتُمْ بَعْدَ الْاِعْلَانِ	(حقیقت) آشکار ہونے کے بعد پردہ کیوں ڈالتے ہو
وَنَكَصْتُمْ بَعْدَ الْاِقْدَامِ	پیش قدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو
وَاَشْرَكْتُمْ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ؟	ایمان کے بعد شرک کے مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟

تشریح کلمات

رَحَى: چکی۔ — دَرَّ: فراواں ہونا۔

حَلَبُ: دودھ دوہنا۔ — اَلنَّعْرَةُ: تکبر۔ ناک کا اندرونی حصہ۔

فَوْرَةُ: پھوٹنا۔ جوش مارنا۔ — اَلْاِفْكُ: جھوٹ۔

خَمِدَتْ: خاموش ہوگئی۔ — هَدَأَتْ: ساکن ہونا۔ ٹھہرنا۔

اِسْتَوْسَقَ: نظم حاصل ہوا۔

(اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَكَثُوْا	کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو
اِيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ	اپنی قسمیں توڑتے ہیں
وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ	اور جنھوں نے رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا تھا؟
وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ	انہی لوگوں نے تم سے زیادتی میں پہل
اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ	کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟
اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ)	اگر تم مؤمن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔(۸۷)
اَلَا وَقَدْ اَرٰى اَنْ قَدْ اَخْلَدْتُمْ	اچھا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم راحت
اِلَى الْخَفْضِ	طلب ہو گئے ہو
وَاَبْعَدْتُمْ مَنْ هُوَ اَحَقُّ بِالْبَسْطِ وَالْقَبْضِ	اور جو شخص امور مملکت چلانے کا زیادہ حقدار تھا اسے تم نے نظر انداز کر دیا،
وَخَلَوْتُمْ بِالدِّعَةِ وَنَجَوْتُمْ	تم نے اپنے لیے کنجِ عافیت تلاش کر لیا
مِنَ الضِّيْقِ بِالسَّعَةِ	اور تنگ دستی سے نکل کر تونگری حاصل کر لی (۸۸)

تشریح کلمات

نَكَثُوْا: نکث عہد توڑنا۔

اَلْخَفْضِ: آسائش زندگی۔

الدِّعَةِ: راحت کی زندگی۔

السِّعَةِ: تونگری۔

۸۷۔ سورۂ توبہ آیت ۱۳۔

۸۸۔اسلامی تاریخ میں کچھ حضرات کی دولت اور متروکات کا ذکر آیا ہے سب کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے البتہ صرف ایک اشارہ کیا جاتا ہے کہ ایک انصاری (حضرت زید بن ثابتؓ اور عبد الرحمٰن بن عوف وغیرہ) نے ترکہ میں جو سونا چھوڑا تھا اس کو کلہاڑے سے کاٹ کر وارثوں میں تقسیم کیا گیا۔

فَمَجَجْتُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَدَسَعْتُمُ الَّذِی	تم نے ایمان کی جو باتیں یاد کی تھیں انہیں ہوا میں بکھیر دیا اور جس طعام کو
تَسَوَّغْتُمْ (فَإِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ	گوارا سمجھ کر نگل لیا تھا اسے نکال پھینکا۔(۸۹)
فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ)	اگر تم اور زمین میں بسنے والے سب کفرانِ نعمت کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور لائقِ حمد ہے
اَلَا وَقَدْ قُلْتُ مَا قُلْتُ عَلٰى مَعْرِفَةٍ مِنِّي	جو کچھ میں نے کہا وہ اس علم کی بنیاد پر کہا جو مجھے حاصل تھا
بِالْخَذْلَةِ الَّتِي خَامَرَتْكُمْ	اس بے وفائی پر جو تمہارے اندر رچ بس گئی ہے۔
وَالْغَدْرَةِ الَّتِي اسْتَشْعَرَتْهَا قُلُوبُكُمْ	اس عہد شکنی پر جسے تمہارے دلوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔
وَلٰكِنَّهَا فَيْضَةُ النَّفْسِ وَنَفْثَةُ الْغَيْظِ	میری یہ گفتگو سوزش جان تھی جو جوش میں آ گئی۔

تشریح کلمات

مَجَجْتُمْ: المج۔ نکال پھینکنا۔ وَعَيْتُمْ: الوعی حفظ کرنا۔
دَسَعْتُمْ: الدسع : منہ بھر کے قے کرنا۔ تَسَوَّغْتُمْ، ساغ: آسانی سے گلے سے اتارنا۔
خَامَرَتْكُمْ: خامر کسی چیز کا اندر تک اترنا۔ اَلْخَذْلَةِ:الخذلان: مدد چھوڑنا۔
نَفْثَةُ : نفث: جوش کے ساتھ خارج ہونا۔

۸۹۔یعنی جس طرح طعام انسانی بدن کا جزو بن کر جسم میں زندگی کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے اسی طرح اسلامی تعلیمات کو بھی اپنا کر انسان اپنے لیے ارتقاء و افتخار حاصل کر سکتا ہے۔لیکن اگر طعام کھانے کے بعد جزو بدن بننے سے پہلے قے کیا جائے تو ایسے طعام کے کھانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔اس طرح اسلام کی جن تعلیمات کو تم نے حاصل کیا تھا اس پر عمل نہ کرنے سے وہ جزو ایمان نہ بن سکے۔

وَخَوَرُ الْقَنَاةِ وَبَثَّةُ الصَّدْرِ	اور غم و غصہ کی آگ تھی جو بھڑک اٹھی اعضاء و جوارح کا ساتھ چھوڑ دینے کی نقاہت تھی۔
وَتَقْدِمَةُ الْحُجَّةِ۔	سینے کا درد و الم تھا اور حجت تمام کرنا چاہتی تھی
فَدُوْنَكُمُوْهَا فَاحْتَقِبُوْهَا	اقتدار کے اونٹ کو سنبھالو اس پر پالان کس لو
دَبِرَةَ الظَّهْرِ، نَقِبَةَ الْخُفِّ، بَاقِيَةَ الْعَارِ،	مگر یاد رکھو کہ اس کی پیٹھ مجروح اور پاؤں کمزور ہیں۔ دائمی عار و ننگ اس کے ساتھ ہے۔(۹۰)
مَوْسُوْمَةً بِغَضَبِ الْجَبَّارِ وَشَنَارِ الْاَبَدِ،	اور یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی نشانی ہو گی اور ساتھ ابدی عار و ننگ ہو گا۔
مَوْصُوْلَةً بِنَارِ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةِ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ،	یہ اس آتش سے وابستہ ہے جو اللہ نے بھڑکائی ہے جس کی تپش دلوں تک پہنچتی ہے۔

تشریح کلمات

خُوَرُ: کمزور ہونا ٹوٹنا۔ اَلْقَنَاةِ: نیزہ۔

فَاحْتَقِبُوْهَا: احقبہ: پیچھے سوار کرنا۔ کجاوہ یا پالان کے پیچھے باندھنا۔

دَبِرَةَ: اونٹ کی پیٹھ کا زخمی ہونا۔ نَقِبَةَ: اونٹ کا گھسے ہوئے کھر والا ہونا۔

شَنَارِ: عار۔ بے عزتی۔ اَلْمُوْقَدَةِ: بھڑکی ہوئی آگ۔

اَلْاَفْئِدَةِ: فؤاد کی جمع دل۔

۹۰۔ یعنی: اس کی پیٹھ مجروح ہے اس پر سوار ہونے والا اس زخم کی پیپ سے ملوث ہو سکتا ہے اور پیر کمزور ہے کہ یہ منزل تک نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ کتب اہلِ سنت میں یہ حدیث موجود ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی اس کے بعد کاٹنے والی ملوکیت ہو گی۔

فَبِعَيْنِ اللّٰهِ مَا تَفْعَلُوْنَ	تمہارا یہ سلوک اللہ کے سامنے ہے
(وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ)	ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے
وَاَنَا ابْنَةُ نَذِيْرٍ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ	اور میں اس کی بیٹی ہوں جو تمہیں شدید عذاب کی آمد سے پہلے تنبیہ کرنے والا ہے۔
فَاعْمَلُوْٓا اِنَّا عَامِلُوْنَ	تم نے جو کرنا ہے وہ کر لو ہم بھی اپنا عمل انجام دیں گے
وَانْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔	تم بھی انتظار کرو. ہم بھی انتظار کریں گے۔

خواتین سے خطاب

کیف اصبحت من علتك یا ابنة رسول اللہ حمدت اللہ وصلمت علی ابیها فهم قالت:	اے دختر رسولؐ! آپؑ کی علالت کا کیا حال ہے؟ حمد خدا اور اپنے پدر بزرگوار پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:
اَصْبَحْتُ وَاللهِ عَائِفَةً لِدُنْيَاكُنَّ	میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری اس دنیا سے بیزار ہوں
قَالِيَةً لِرِجَالِكُنَّ،	اور تمہارے مردوں سے متنفر ہوں
لَفَظْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ عَجَمْتُهُمْ	جانچنے کے بعد میں نے انہیں دھتکار دیا
وَ شَنِئْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ سَبَرْتُهُمْ،	امتحان کے بعد مجھے ان سے نفرت ہو گئی

تشریح کلمات

قَالِيَةً: عداوت دشمنی۔

لَفَظْتُهُمْ: لفظ دور پھینکا۔

عَجَمْتُهُمْ: عجم الشیء کسی چیز کا امتحان کرنا۔

شَنِئْتُ: میں نے دشمنی کی۔

سَبَرْتُ: میں نے تجربہ کیا۔

فَقُبْحًا لِفُلُوْلِ الْحَدِّ وَاللَّعِبِ بَعْدَ الْجِدِّ	کس قدر زشت ہے دھاروں کی کندکاری (۹۱) اور کتنی بری لگتی ہے سنجیدگی کے بعد بازی گری،(۹۲)
وَقَرْعِ الصَّفَاةِ وَصَدْعِ الْقَنَاةِ	اور بے سود سنگ کوبی،اور نیزوں کی شکستگی ،(۹۳)
وَخَطَلِ الْآرَاءِ وَزَلَلِ الْاَهْوَاءِ :	اور کتنا قبیح ہے نظریات کا انحراف اور کتنی بری ہیں خواہشات کی لغزشیں،
وَلَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ	اور انہوں نے اپنے لئے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ نہایت برا ہے جس سے
لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ	اللہ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ
وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ۔	عذاب میں رہیں گے۔(۹۴)

تشریح کلمات

فُلُول: الفل تلوار کی دھار میں ٹوٹ یا دندانہ۔

اَلْحَدّ: دھار۔ القرع :کھٹکھٹانا۔

اَلصَّفَاة : جمع صفا: پتھر۔

صَدْع : شگاف۔

خَطَل: غلطی کرنا۔

۹۱۔ تلوار بنائی جاتی ہے کاٹنے کے لیے اگر اس میں کندی آجائے اور کاٹنے کا کام نہ کر سکے تو کتنی بری بات ہے اسی طرح حق کا ساتھ دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری تربیت کی تھی آج حق کو چھوڑنا کتنی بری بات ہے۔

۹۲۔تم ایک زمانے میں پوری سنجیدگی سے حق کا دفاع کیا کرتے تھے آج غیر سنجیدہ ہوگئے۔ اگر تم حق کے معاملات میں شروع سے غیر سنجیدہ ہوتے تو مقامِ تعجب نہ تھا۔سنجیدگی کے بعد یہ انقلاب باعث تعجب ہے۔

۹۳۔مضبوط چٹان پر تلوار مارنے کی طرح غیر مؤثر اقدام کرتے ہو۔

۹۴۔یعنی تم شکستہ نیزوں کی طرح کارآمد نہیں رہے ہو۔

لَاجَرَمَ لَقَدْ قَلَّدْتُهُمْ رِبْقَتَهَا	اب ناچار میں نے (فدک کی) رسی انہی کی گردن میں ڈال دی (۹۵)
وَحَمَّلْتُهُمْ اَوْقَتَهَا وَشَنَنْتُ عَلَيْهِمْ غَارَاتِهَا،	اور اس کا بوجھ بھی انہی کی پشت پر لاد دیا اور انہیں اس کے حملوں کی زد میں قرار دے دیا (۹۶)
فَجَدْعًا وَعَقْرًا وَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ.	کٹ جائیں ان کی سواری کی ناک اور کوچیں دور ہو رحمت سے یہ ظالم قوم۔
وَيْحَهُمْ اَنّٰى زَعْزَعُوهَا عَنْ	افسوس ہو ان پر، یہ لوگ (خلافت کو) کس طرف ہٹا کر لے گئے
رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَقَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ	رسالت کی محکم اساس سے، (۹۷) نبوت و قیادت کی مضبوط بنیادوں سے،
وَالدَّلَالَةِ وَمَهْبِطِ الرُّوحِ الْاَمِيْنِ	نزولِ جبرائیل کے مقام سے،
وَالطَّبِيْنِ بِاُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ؟:	دین و دنیا کے امور کی عقدہ کشائی کے لئے لائق ترین ہستی سے،
اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ!	آگاہ رہو یہ ایک واضح نقصان ہے۔

تشریح کلمات

قَلَّدْتُ: قلد گردن میں لٹکانا۔ رِبْقَةَ: رسی میں پڑا ہوا پھندہ۔ اَوْقَتَهَا: اوق، بوجھ۔
شَنَنْتُ: شنن الغارة چاروں طرف سے لوٹ ڈالنا۔ جَدْعَ: ناک یا ہونٹ کاٹنا۔ عقراً: کوچیں کاٹنا۔
زَعْزَعُ: زور سے ہلانا۔ رَوَاسِي: مضبوط پہاڑ۔ اَلطَّبِيْنَ: لائق ترین۔

۹۵۔ فدک یا خلافت کی رسی کو لوگوں کی گردن میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس کی پوری ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوگئی ہے۔ اب اس سے برآمد ہونے والے نتائج کے وہ خود جوابدہ ہوں گے۔

۹۶۔ خلافت کو جس سلسلہ میں رکھا گیا ہے اس کے نتیجہ میں امتِ اسلامیہ میں ہونے والی قتل و غارت گری کی ذمہ داری کی زد میں خود یہ لوگ بھی آئیں گے۔

۹۷۔ خلافت چونکہ پیغمبر کی جانشینی کا نام ہے لہٰذا خلافت رسالت کا ہی تسلسل ہے اور خلافت کی اساس نبوت ⇐

وَمَا الَّذِیْ نَقَمُوْا مِنْ اَبِی الْحَسَنِ ؟	ابو الحسن سے ان کو کس بات کا انتقام لینا تھا؟ ،(۹۸)
نَقَمُوْا مِنْهُ وَاللهِ نَكِیْرَ سَیْفِهٖ وَقِلَّةَ	قسم بخدا انہوں انتقام لیا ان کی باطل شکن تلوار کا، (۹۹) اور راہِ خدا میں اپنی
مُبَالَاتِهٖ لِحَتْفِهٖ وَشِدَّةَ وَطْاَتِهٖ	جان سے بے پرواہی کا، (۱۰۰) اور ان کی شدید استقامت کا، اور دشمن پر ان کی کاری ضرب کا،
وَنَكَالَ وَقْعَتِهٖ وَتَنَمُّرَهٗ فِیْ ذَاتِ اللهِ.	اور راہِ خدا میں ان کی شجاعت کا،(۱۰۱)

تشریح کلمات

نَقَمُوا ۔ نَقَمَ: بدلہ لیا۔ نَكِیْر: دگرگونی، امرنکیر، سخت کام۔ حَتَف: موت۔ وَطْأة: استقامت کی جگہ، قدم کی جگہ۔ نَكَالَ: عبرتناک سزا۔ وَقْعَتِهٖ: الوقع: ضرب۔ تَنَمُّرَ: شجاعت میں چیتے کی طرح ہونا۔

⇦ اور اسلامی قیادت ہے اور اسلامی قیادت اور نبوت مقامِ نزولِ وحی سے ہے۔ اس لیے خلافت کا ربط نزولِ وحی یعنی نصِ صریح سے ہوتا ہے۔

۹۸۔ طرزِ کلام اس آیت کی طرح ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا باللّه العزیز الحمید (سورہ بروج آیت ۸)	ان لوگوں نے اہلِ ایمان سے صرف اس بات کا انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جو غالب آنے والا قابلِ ستائش ہے۔

۹۹۔ حضرت علی المرتضیٰ ؑ کی باطل شکن تلوار کی خدمات کا صلہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ؐ دیتے ہیں تو ایک ضربت جن و انس کی عبادت سے افضل قرار پاتی ہے۔ مگر افسوس اس امر پر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کو یہ صلہ ملا کہ ان کے گھر پر حملہ کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا آگ اور لکڑیاں لے کر اس مقدس گھر کو جلانے کے درپے ہوگئے

۱۰۰ چنانچہ خود حضرت علیؑ فرماتے تھے:۔

واللّه لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امه	قسم بخدا! ابو طالب کا بیٹا موت سے ایسا مانوس ہے جیسا بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے مانوس ہوتا ہے۔

۱۰۱۔ حضرت علی علیہ السلام کی اپنی زبانی سنیے: ⇦

وَتَاللّٰهِ لَوْمَالُوْاعَنِ الْمَحَجَّةِ اللَّائِحَةِ	قسم بخدا اگر لوگ راہ راست سے منحرف ہو جاتے
وَزَالُوعَنْ قَبُولِ الْحُجَّةِ الْوَاضِحَةِ	اور اللہ کی واضح حجت کو قبول کرنے سے منہ پھیر لیتے
لَرَدَّهُمْ اِلَيْهَا وَحَمَلَهُمْ عَلَيْهَا	تو (ابوالحسنؑ) انہیں پھر سے راہ حق پر لے آتے
	اور انہیں راہِ راست پر چلا لیتے
وَلَسَارَبِهِمْ سَيْراً	اور انہیں سبک رفتاری کیساتھ (سوئے منزل) لے جاتے،
سُجُحاً لَا يَكْلُمُ خِشَاشُهُ وَلَا يَكِلُّ	نہ سواری کی نکیل ٹوٹتی، نہ مسافر کو تھکن محسوس ہوتی
سَائِرُهُ وَلَا يَمَلُّ رَاكِبُهُ ،	اور نہ سوار ہونے والے کو خستگی کا احساس ہوتا،

تشریح کلمات

اَلْمَحَجَّةِ: راستہ۔ اللَّائِحَةِ: واضح۔ سُجُحاً: سجح خلقه: نرم اخلاق ہونا۔

يَكْلُمُ: الکلم: زخمی کرنا۔ خِشَاشُهُ: اونٹ کی ناک میں ڈالنے کی لکڑی۔ يَكِلُّ: كَلَّ: خستہ ہونا۔

⇦ فقمت بالامر حين فشلوا وتطلعت حين تقبعوا ونطقت حين تعتعوا و ومضيت بنور اللّٰه حين وقفوا وكنت اخفضهم صوتا واعلاهم فوتاً (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳۷)	میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیے جبکہ باقی سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے اور اس وقت میں سر اٹھا کر سامنے آیا جبکہ دوسرے سر چھپا کر گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت میں نے زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت میں نورِ خدا کی روشنی میں آگے بڑھا جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی مگر میں سبقت و پیش قدمی میں سب سے آگے تھا۔

وَلَاَوْرَدَهُمْ مَنْهَلًا نَمِيْرًا صَافِيًا رَوِيًّا ،	اور ان کو ایسے خوشگوار صاف چشموں کے کنارے پہنچا دیتے جس کے کنارے چھلکتے ہوں
تَطْفَحُ ضَفَّتَاهُ وَلَا يَتَرَنَّقُ جَانِبَاهُ ،	جس کی دونوں اطراف صاف ستھری ہوں،
وَلَاَصْدَرَهُمْ بِطَانًا وَنَصَحَ لَهُمْ سِرًّا وَاِعْلَانًا،	پھر انہیں وہاں سے سیراب کر کے واپس کرتے ،خلوت و جلوت میں انہیں نصیحتیں کرتے
وَلَمْ يَكُنْ يَحْلٰى مِنَ الْغِنٰى بِطَائِلٍ	اور اس (بیت المال کی) دولت سے اپنے لیے کوئی استفادہ نہ کرتے
وَلَا يَحْظٰى مِنَ الدُّنْيَا بِنَائِلٍ	نہ اس دنیا سے اپنے لیے کوئی فائدہ اٹھاتے،
غَيْرَ رَيِّ النَّاهِلِ وَشَبْعَةِ الْكَافِلِ ،	وہ صرف اس فکر میں رہتے کہ کسی پیاسے کی پیاس بجھادیں اور کسی بھوکے کا پیٹ بھر دیں۔ (۱۰۲)

تشریح کلمات

مَنْهَلَ: چشمہ گھاٹ۔
نَمِيْرَ: صاف ستھرا پانی۔
تَطْفَحُ: چھلکنا۔
ضَفَّتَاهُ: الضّفة نہر کا کنارہ۔
يَتَرَنَّقُ: رنق: پانی کا گدلا ہونا۔
بَطَانًا: سیر ہونا۔
طَائِلٍ: مفاد، استفادہ۔
رَيِّ: سیراب۔
اَلنَّاهِل: پیاسا۔
اَلْكَافِلِ: بھوکا۔ بات فلاں کافلاً: فلاں نے ایسی حالت میں رات گذاری نہ تو دن کو کھانا کھایا نہ رات کا۔

۱۰۲۔ جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے لوگوں کو واضح طور پر فرمایا: ⇐

وَلَبَانَ لَهُمُ الزَّاهِدُ مِنَ الرَّاغِبِ	اور دنیا کو پتہ چل جاتا ہے طمع کون ہے اور لالچی کون ہے سچا کون ہے اور
وَ الصَّادِقُ مِنَ الْكَاذِبِ :	جھوٹا کون ہے۔
وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرىٰ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا	اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم
لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ	آسمان اور زمین کی برکتوں کے
بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ	دروازے کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ.	کے سبب انہیں گرفت میں لیا۔ (اعراف/۹۶) (۱۰۳)
وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰؤُلَاءِ سَيُصِيْبُهُمْ	اور ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے عنقریب ان پر بھی ان کے برے
سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ.	اعمال کے وبال پڑنے والے ہیں اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے (زمر/۵۱)
اَلَا هَلُمَّ فَاسْتَمِعْ وَ مَا عِشْتَ اَرَاكَ الدَّهْرُ	ذرا ان کی باتیں تو سنو، جتنا جیو گے
عَجَباً !	زمانہ تجھے عجوبے دکھاتا رہے گا۔

⇐ اتأمرونی ان اطلب النصر بالجور فيمن وليت عليه والله لااطور به ماسمر سمير وما امّ نجم فی السماء نجما لو كان المال لی لسويت بينهم فكيف والمال مال الله.	کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر ظلم کر کے لوگوں کی مدد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہے میں اس چیز کے قریب نہیں پھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا تو تب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کر دیتا چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔

۱۰۳۔ اس آیت کے اقتباس سے جناب بتول عذراءؑ اس بات کی پیشگوئی فرما رہی ہیں کہ ابو الحسن علی ابن ابی طالبؑ کو میدان سے ہٹانے کی وجہ سے امتِ مسلمہ آئندہ ہلاک کن فسادات سے دوچار ہو گی۔ چنانچہ چشم ⇐

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ !	اگر تجھے تعجب آتا ہے تو تعجب انگیز ہیں ان کی باتیں،
لَيْتَ شِعْرِيْ اِلٰى اَيِّ سَنَادٍ اسْتَنَدُوْا	کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے کس دلیل کو سند بنایا ہے
وَعَلٰى اَيِّ عِمَادٍ اعْتَمَدُوْا	اور کس ستون کا سہارا لیا ہے
وَبِاَيِّ عُرْوَةٍ تَمَسَّكُوْا وَعَلٰى اَيَّةِ ذُرِّيَّةٍ	اور کس رسی سے متمسک ہوئے ہیں اور کس ذریت کے خلاف اقدام کیا
اَقْدَمُوْا وَاحْتَنَكُوْا ؟ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ	اور ان کو زک پہنچائی؟ کتنا برا ہے ان کا سرپرست
لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ وَبِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلاً.	اور ان کے رفیق بھی کتنے برے ہیں اور ظالموں کا بدلہ بھی برا ہوگا۔
اِسْتَبْدَلُوْا وَاللّٰهِ الذُّنَابٰى بِالْقَوَادِمِ	ان لوگوں نے اگلے شہپر کی جگہ دُم سے کام لیا
وَالْعَجُزَ بِالْكَاهِلِ ،	اور بازوؤں کی جگہ پچھلے حصے سے استفادہ کیا،(۱۰۴)

تشریح کلمات

اَحْتَنِكُوْا: احتنك: تباہ کیا۔ اَلذُّنَابِی : پرندہ کی دم۔ اَلْعَجُز: گردن کے نزدیک پیٹھ کا بالائی حصہ۔

⇦ جہاں نے بنو امیہ اور بنی عباسیہ کے دور میں امت مسلمہ کو پیش آنے والے ان المیوں کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ اور اگر یہ تمام امور حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہوتے اور یہ لوگ ان کو موقع دیتے تو اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا۔ مگر ان لوگوں نے اہل بیتؑ کو اقتدار سے دور رکھا، یا اقتدار ملنے کی صورت میں حزب مخالف میں رہنے کیلئے آمادہ نہ ہوئے اور امہات المؤمنین تک کو گھر میں رہنے نہ دیا بلکہ میدان جنگ میں لاکر مسلمانوں کو باہمی خون ریز جنگوں میں مبتلا کر دیا

۱۰۴۔ پرندہ پرواز کے لیے اپنے پروں کا اگلا حصہ استعمال کرتا ہے چونکہ طاقت پرواز اگلے حصے میں ہوتی ہے اور جو پرندہ پرواز کے لیے اپنے شہپر سے محروم ہو اور پھر پرواز کی کوشش کرے تو بلندی پر اٹھنے کی بجائے اس کی ناک زمین کے ساتھ رگڑ جاتی ہے۔

فَرَغْماً لِمَعَاطِس قَوْمٍ يَحْسَبُوْنَ	ان لوگوں کی ناک رگڑی جائے،
اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً:	جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ٹھیک کر رہے ہیں
اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَا يَشْعُرُوْنَ	آگاہ رہو! یہ فسادی ہیں مگر وہ شعور نہیں رکھتے۔
وَيْحَهُمْ: اَفَمَنْ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ اَمْ مَنْ لَا يَهِدِّيْ اِلَّا اَنْ يُهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ؟	افسوس ہے ان پر: کیا جو حق کی راہ دکھاتا ہے وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود اپنی راہ نہیں پاتا جب تک اس کی راہنمائی نہ کی جائے۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟
اَمَا لَعَمْرِيْ لَقَدْ لَقِحَتْ فَنَظِرَةٌ رَيْثَمَا تُنْتِجُ	مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے اقتدار کی اونٹنی حمل سے ہے نتیجہ ظاہر ہونے کا انتظار ہے۔
ثُمَّ احْتَلِبُوْا مِلْءَ الْقَعْبِ دَماً عَبِيْطاً وَذُعَافاً مُبِيْداً،	پھر وہ برتن بھر کر دوہنے جائیں گے (دودھ کی جگہ) تازہ خون اور زہرِ قاتل
هُنَالِكَ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ	یہاں پر باطل شعار نقصان اٹھائیں گے
وَيَعْرِفُ التَّالُوْنَ غِبَّ مَا اَسَّسَ الْاَوَّلُوْنَ	پھر آنے والی نسلوں کو معلوم ہو گا کہ ان کے اسلاف نے جو بنیاد ڈالی تھی اس کا کیا انجام ہوا

تشریح کلمات

مَعَاطِس: ناک۔ ارغمت المعاطس: ''دشمن مغلوب ہو گیا'' ایک محاورہ ہے۔

لَقِحَتْ: لقاح بارور ہونا، حمل ٹھہرنا۔ اِحْتَلَبُوْا: الحلب: دودھ دوہنا۔ اَلْقَعْبِ: برتن، پیالہ۔

دَم عَبِيْط: تازہ خون۔ ذُعَاف: زہر۔ مُبِيْداً: قاتل۔ غِبّ: انجام۔

ثُمَّ طِيبُوا عَنْ دُنْيَاكُمْ اَنْفُساً	پھر تم اپنی دنیا سے لطف اٹھاؤ
وَاطْمَانُّوا لِلْفِتْنَةِ جَاْشاً،	آنے والے فتنوں کے لیے دل کو آمادہ کرو،
وَابْشِرُوا بِسَيْفٍ صَارِمٍ	سنو خوشخبری تیز دھار تلواروں کی
وَسَطْوَةِ مُعْتَدٍ غَاشِمٍ	اور حد سے تجاوز کرنے والے ظالم کے حملوں کی
وَهَرْجٍ شَامِلٍ وَاسْتِبْدَادٍ مِنَ الظَّالِمِيْنَ،	اور ہمہ گیر فتنہ و فساد کی اور ظالموں کی مطلق العنانی کی۔(۱۰۵)
يَدَعُ فَيْئَكُمْ زَهِيداً وَجَمْعَكُمْ حَصِيداً.	وہ تمہارے بیت المال کو بے قیمت بنا دے گا اور تمہاری جمعیت کی نسل کشی کرے گا۔
فَيَا حَسْرَةً لَكُمْ وَاَنّٰى بِكُمْ وَقَدْ:	افسوس تمہارے حال پر، تم کدھر جا رہے ہو
عُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوهَا	تمہارے لیے راہِ حق ناپید ہے تو کیا ہم اللہ کی رحمت پر چلنے پر تمہیں مجبور کر سکتے ہیں جبکہ خود تم اسے ناپسند
وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ.	کرتے ہو۔ (ہود/۲۸)

تشریح کلمات

جَاْش: دل۔ صَارِم: تیز دھار۔ سَطْوَة: حملہ۔
غَاشِم: ظالم۔ هَرْج: فتنہ، فساد۔ فِيْءَ: مال غنیمت۔ زَهِيد: حقیر۔
حَصِيداً: کٹی ہوئی فصل۔

۱۰۵۔واقعہ حرہ میں یہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی کہ لشکرِ یزید نے مسلم بن عقبہ کی سربراہی میں مدینہ منورہ کو تاراج کیا اور مہاجرین و انصار کا قتل عام ہوا، تین دن تک مدینہ رسولؐ کی خواتین کی عصمتیں لوٹتے رہے۔ انصار و ←

... مہاجرین میں سے تقریباً سات سو شخصیات کو موت کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد دس ہزار کی تعداد میں قتل ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲ طبع بیروت)۔

مدینہ میں غارت گری ہوئی اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عصمت لوٹی گئی۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۹ طبع کانپور، تاریخ الخمیس دیار بکری ج ۲ ص ۳۰۲ طبع بیروت) اور اہلِ مدینہ سے اس بات پر بیعت لی گئی کہ وہ یزید کے غلام ہوں گے۔ چنانچہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب و سنت کی بنیاد پر بیعت کریں گے تو ان کی بیعت قبول نہیں کی گئی اور ان کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محسن علی نجفی
اسلام آباد۔ پاکستان